امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 9 ستمبر 2020ء بمطابق محرم الحرام 1442 ھ ق شمارہ 7

جی ہاں! صلح کے حوالے سے امارت اسلامیہ کی نیت صاف اور عزم سچا ہے

- داعش ایوان صدر کے احاطے میں
- قابض افواج کا انخلا اور کٹھ پتلی حکام کے پست حوصلے
- اسرائیل اور امارات کے درمیان ہونے والا معاہدہ

جلال الدین حقانی رحمہ اللہ، تاریخ جس پر ناز کرے گی

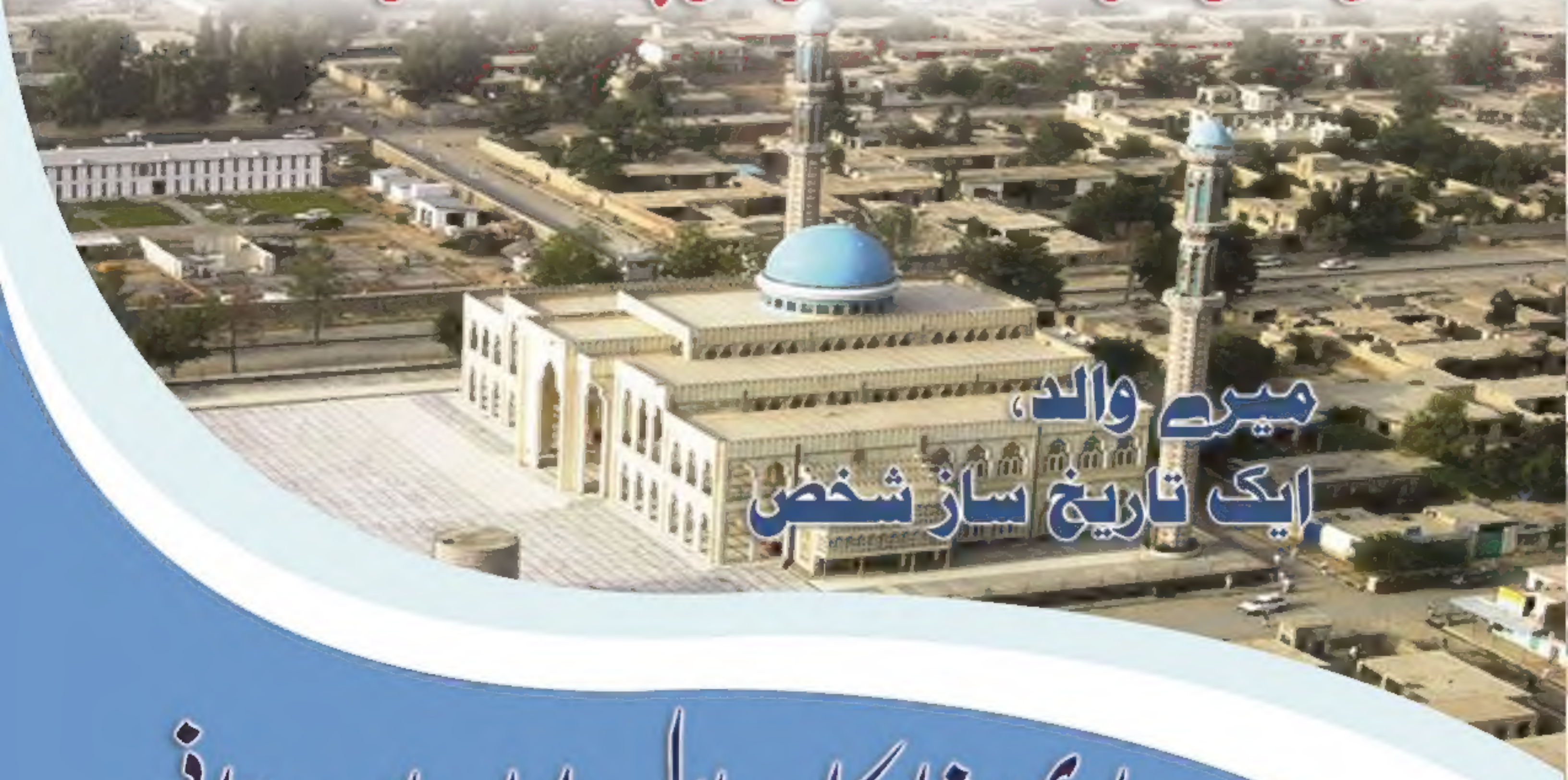

جہادی شاہکار جلال الدین حقانی

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنی أبو أيوب أن أعرابيا عرض لرسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في سفر. فأخذ بخطام ناقته أو بزمامها. ثم قال: يارسول الله أو يا محمد، أخبرني بما يقربني من الجنة وما يباعدني من النار. قال: فكف النبي صلى الله عليه وسلم. ثم نظر في أصحابه، ثم قال: لقد وفق أو لقد هدى. قال: كيف قلت؟ قال: فأعاد. فقال النبي صلى الله عليه وسلم تعبد الله لاتشرك به شيئا وتقيم الصلاةوتؤتى الزكاة وتصل الرحم، دع الناقة.

"حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کر رہے تھے کہ ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا۔ اس نے آپ کی اونٹنی کی نکیل یا لگام پکڑلی۔ پھر بولا: یارسول اللہ، یا یا محمد، مجھے وہ چیز بتایئے جو مجھے جنت کے قریب کرتی ہو اور جہنم سے دور کرتی ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے پھر آپ نے صحابہ کی طرف دیکھا۔ قدرے توقف کے بعد (غالباً یہ) کہا کہ اسے (صحیح بات) کی توفیق دی گئی ہے یا (یہ) فرمایا کہ اسے ہدایت دی گئی ہے اور اس سے کہا: تم کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے (اپنا سوال) دہرایا۔ سوال سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائے۔ نماز کا اہتمام کرے۔ زکوۃ ادا کرے۔ اور صلہ رحمی کرے۔ ناقہ کو چھوڑدو۔"

[مسلم، کتاب الایمان ۱۳]

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۹/ ستمبر ۲۰۲۰/ محرم ۱۴۴۲/ شمارہ ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی "میڈیا و ثقافتی کمیشن" کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

جی ہاں! صلح کے حوالے سے امارت اسلامیہ کی نیت صاف اور عزم سچا ہے 2

مولوی عبدالحکیم حقانی مرحوم کی زندگی اور کارناموں پر ایک نظر 3

بین الافغانی مذاکرات کے لیے مذاکراتی ٹیم کے معاون اور امارت اسلامیہ کے ماہر سفارت کار ملا شیر عباس ستانگزئی سے گفتگو 6

اسرائیل اور امارات کے درمیان ہونے والا معاہدہ 9

جلال الدین حقانی رحمہ اللہ، تاریخ جس پر ناز کرے گی 11

قابض افواج کا انخلا اور کٹھ پتلی حکام کے پست حوصلے 13

استعمار زدہ اقوام کے جرگے اور فیصلے 15

امان اللہ خان کی تحریک، فکری انحراف اور عوامی رد عمل 17

لوگر میں امریکی فوج کی وحشت کا واقعہ 22

بین الافغان مذاکرات کی راہ میں کون رکاوٹ ہے؟ 24

قومی مصالحتی کونسل کی تشکیل اور نئے اختلافات 26

میرے والد، ایک تاریخ ساز شخص 28

استقلال کی سرگزشت 31

جہادی شاہکار جلال الدین حقانی 35

ہفتہ وار بریفنگ 37

جنگی جرائم اگست 40

افغانستان اگست 2020 میں 42

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

اداریہ! جی ہاں! صلح کے حوالے سے امارت اسلامیہ کی نیت صاف اور عزم سچا ہے

گزشتہ اٹھارہ ماہ سے جاری طویل اور مشکلات سے بھرپور مذاکرات کے نتیجے میں 29 فروری 2020 کو امارت اسلامیہ اور امریکہ کے مابین ہونے والا معاہدہ مسئلہ افغانستان اور یہاں جاری چالیس سالہ جنگ کے اختتام تک پہنچانے میں ایک بڑی پیش رفت تھی، جس پر چند ملک دشمن عناصر کے علاوہ پوری قوم افغانستان پر سے بیرونی قبضہ ختم ہونے اور امن وامان کی فضاء قائم ہونے کے لئے پر امید تھی۔

اس معاہدہ میں یہ بات واضح طور پر لکھی گئی ہے کہ 10 مارچ 2020 کو بین الافغانی مذاکرت شروع ہوں گے اور ان مذاکرات کے آغاز سے قبل پانچ ہزار مجاہدین قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا اس لئے افغان عوام کے لئے یہ معاہدہ بڑی خوشی اور مسرت کا باعث بنا اور ملک کے کونے کونے سے اس معاہدہ کی حمایت کے لئے بڑے بڑے جلسے منعقد کئے گئے۔

لیکن بدقسمتی سے کابل ادارے نے مختلف حیلے بہانوں سے قیدیوں کی رہائی کا معاملہ موخر کئے رکھا جس کی وجہ سے بین الافغانی مذاکرات بھی تعطیل کا شکار ہوگئے۔اب جبکہ مسلسل دباؤ کی وجہ سے کابل ادارے نے تقریبا 5 ہزار قیدی رہا کر دیئے گئے ہیں اور بین الافغانی مذاکرات میں حائل رکاوٹیں ختم ہوگئیں تو ایک بار پھر جنگ کے اختتام اور امن وامان کی فضاء قائم ہونے کی امیدیں جاگ اٹھیں ہیں۔

معاہدہ میں کہا گیا ہے کہ امریکہ 14 ماہ کے اندر اندر اپنے تمام تر فوجی افغانستان سے نکال لے جائے گا اور یہاں موجود اپنے تمام تر اڈے خالی کر دے گا۔

دیکھا جائے تو اب تک امریکہ کی جانب اپنے فوجیوں کو افغانستان سے نکالنے کے عمل میں وقفہ نہیں آیا ہے،افغانستان کے مختلف علاقوں سے امریکی فوجیوں کا انخلاء مسلسل جاری ہے،معاہدہ سے لے کر اب تک مختلف علاقوں میں کئی امریکی اڈے ایسے ہیں جو فوجیوں سے مکمل طور پر خالی ہیں۔امریکہ کی جانب سے معاہدہ کے اس اہم شرط پر عمل درآمد بھی افغان عوام کے لئے باعث مسرت واطمینان ہے۔

پوری دنیا جانتی ہے کہ دشمن کے خلاف امارت اسلامیہ کی جاری جہاد اور میں بڑی بڑی قربانیاں کسی بھی مادی فوائد کے لئے نہیں ہیں بلکہ صرف اور صرف اپنے وطن کی آزادی، یہاں اسلامی نظام کے نفاذ اور دفاع کے لئے ہے۔اب اگر یہ اہداف جنگ سے حاصل ہوتے ہیں تو یہ ایک مقدس جنگ ہوگی اور اگر یہ اہداف مذاکرات سے حاصل ہوتے ہیں تو پھر مذاکرات ہی امارت اسلامیہ کے لئے اہم اور مفید ہیں۔طویل مذاکرات میں امارت اسلامیہ کی جانب سے سنجیدگی کا اظہار، مکمل تعاون، رکاوٹوں کو ہٹانا اور اپنے وعدوں کو پورا کرنا امارت اسلامیہ کے ہاں مذاکرات کو اہمیت دینے کی واضح دلیل اور اس بات کا ثبوت ہے کہ امارت اسلامیہ ملک میں جنگ کا خاتمہ اور ہمیشہ کے لئے امن وامان کی خواہاں ہے۔

اب جب کہ بین الافغانی مذاکرات شروع ہونے جارہے ہیں تو امارت اسلامیہ نے اس کے لئے بہت اچھی تیاری کرلی ہے، مذاکرات کے لئے اپنے سرکردہ قائدین روانہ کئے ہیں اور امارت اسلامیہ کے چیف جسٹس کو مذاکراتی ٹیم کا سربراہ مقرر کیا ہے،اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ امارت اسلامیہ ان مذاکرات اور اس کے نتیجے میں قائم ہونے والے امن وامان کو کس قدر اہمیت دیتی ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ کابل ادارے کی جانب سے ان مذاکرات میں کسی قسم کی دلچسپی کا اظہار نہیں ہورہا ہے، یہی وجہ ہے کہ کابل سے روانہ کی گئی مذاکراتی ٹیم میں انتہائی کمزور، بے اختیار اور امن وامان کے مخالف اور متعصب افراد کو شامل کرلیا گیا ہے۔

کابل ادارے کے اس طرز عمل کو دیکھتے ہوئے سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ کابل ادارے کے سربراہان کے قول اور فعل میں تضاد ہے،ان کے طرز عمل سے واضح ہورہا ہے کہ صلح اور امن وامان کے لئے ان کی نیت صاف نہیں ہے۔

جی بالکل ایسا ہی ہے۔ان لوگوں کو صرف اپنے مادی مفادات اور اپنی اقتدار عزیز ہے۔انہیں اپنے مفادات انہی حالات میں پورے ہوتے نظر آرہے ہیں اس لئے یہ معاہدہ کو سبوتاژ کرنے کی ہر کوشش کرتے ہیں اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

آپ دیکھیں معاہدہ میں درج ایک شرط یہ بھی تھی کہ عام شہریوں پر بمباری نہیں کی جائے گی، راتوں کو گھروں پر چھاپے نہیں پڑیں گے لیکن افسوس کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا،ان کی وحشت ابھی تھمی نہیں بلکہ ملک کے اطراف وجوانب میں اب بھی مظلوم عوام کے قتل عام کا خونخوار سلسلہ جاری ہے۔

ہم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ کابل ادارے میں مزید سکت وہمت نہیں رہی،اس کی فوجی مورال انتہائی حد تک گرچکی ہے اور مزید مجاہدین کے ساتھ میدان میں لڑنے کی طاقت مکمل طور پر کھوچکے ہیں۔

دوسری جانب مجاہدین کا مورال نہایت بلند اور مضبوط ہے جو امارت اسلامیہ کے لئے باعث اطمینان ہے لیکن امارت اسلامیہ شرعی اصول کے پیش نظر دشمن کے ساتھ کئے گئے وعدوں کی پابندی اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے اور ملک وملت کی خیر، جنگ کا خاتمہ، امن وامان کا قیام اسی معاہدہ کی بقا میں سمجھتی ہے۔اس لئے کابل ادارے کی جانب سے اس معاہدہ کو سبوتاژ کرنے کی کوششوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتی۔اس بڑی کامیابی کو اہمیت دینا،اس کی حفاظت کرنا اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا امارت اسلامیہ انتہائی حد تک ضروری سمجھتی ہے۔

اب اگر کابل ادارہ حقائق کا ادراک نہیں کرتا، امن وامان کے قیام کے لئے پرعزم نہ ہو اور اس موقع کو ضائع کردیتا ہے تو یقینا انہیں بڑی رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا۔

یہ اب کابل ادارے کے سربراہان کی مرضی ہے کہ وہ جاری اس سیاسی اور عسکری حالات کا ادراک کرتے ہوئے باعزت طور پر مسئلہ کا حل چاہتے ہیں یا سیاسی وعسکری میدان میں مزید ذلت ورسوائی سے دوچار ہونا چاہتے ہیں۔

مولوی عبدالحکیم حقانی مرحوم کی زندگی اور کارناموں پر ایک نظر

عبدالستار سعید

مولوی عبدالحکیم حقانی کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے روسی جارحیت کے خلاف جہاد، امارت اسلامیہ کے قیام اور پھر امریکی جارحیت کے خلاف جہاد میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے ان تینوں مراحل میں اپنا فرض بخوبی نبھایا اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ درج ذیل سطور میں ہم ان کی جہادی زندگی پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے تاکہ ہم ان کے کارناموں کو جان سکیں اور آئندہ کے لئے ان کی طویل جدوجہد اور استقامت سے سبق حاصل کر سکیں۔

زندگی کے ابتدائی مراحل:

مولوی عبدالحکیم حقانی ولد باز محمد کا تعلق پشتون قوم کے قبیلہ ترہ کئی سے ہے۔ انہوں نے 1943 میں صوبہ ہلمند کے ضلع ہزارہ جفت میں آنکھ کھولی۔ ان کی ابتدائی تعلیم زمانے کے دستور کے مطابق گھر اور محلے کی مسجد سے شروع ہوئی اور یہاں سے ابتدائی تعلیم کی تکمیل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں دینی علوم کے مزید حصول کے لئے صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب کا رخ کیا۔ وہاں مشہور عالم دین مولوی در محمد صاحب کے مدرسہ میں داخلہ لیا، بعد ازاں اسی علاقے میں قاضی عبدالحبیب صاحب، پھر قندھار شہر میں مولوی فضل الدین صاحب اور زابل کے ضلع شاجوئی میں مولوی ضیاءالدین صاحب سے دینی علم حاصل کیا۔ یہاں تک کہ سن 1973 میں صوبہ زابل کے ضلع شاجوئی میں مشہور عالم دین مولوی کمال الدین اخوندزادہ سے سند فراغت حاصل کی اور دینی علوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔

علم کے اس طویل سفر کے دوران انہوں نے تمام علوم جیسے صرف، نحو، بلاغت، فقہ، اصول الفقہ، تفسیر، علم الحدیث، منطق، تجوید اور دیگر متداول علوم حاصل کیے، علوم دینیہ سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے زابل کے ضلع شاجوئی میں امامت اور تدریس کے ساتھ عملی زندگی کا آغاز کیا۔ افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب تک وہ اس علاقے میں امامت اور تدریس کے مشاغل میں مصروف رہے اور سینکڑوں طالبان علوم نبوت ان سے فیض یاب ہوئے۔

کمیونسٹ بغاوت کے بعد:

مولوی عبدالحکیم صاحب صوبہ زابل کے ضلع شاجوئی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، اس دوران 1979 میں کمیونسٹ عناصر نے افغانستان میں بغاوت کا آغاز کیا جن کے خلاف ملک بھر میں جہاد شروع ہوا۔ مولوی عبدالحکیم صاحب نے بھی جہادی تحریک کے آغاز کے ساتھ ہی مجاہدین کے ساتھ تعلقات قائم کیے اور آہستہ آہستہ تدریس سے جہاد کی طرف رخ موڑ لیا۔

وہ دو سال تک اس علاقے میں قیام پذیر رہے اور جب شاجوئی میں جہادی تحریک عام ہوئی اور آس پاس کے سارے علاقے مجاہدین کے ہاتھ میں آگئے تو وہ اپنے بھائی مولوی عبدالرزاق صاحب اور ایک اور قریبی دوست مولوی عبدالغفار صاحب کے ہمراہ ہلمند میں اپنے آبائی علاقے ہزار جفت واپس آئے۔ انہوں نے اس علاقے میں پہلی بار جہادی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ اس سے پہلے یہاں جہاد شروع نہیں ہوا تھا۔

مولوی عبدالغفار کا کہنا ہے کہ جب ہم مولوی عبدالحکیم کی سربراہی میں ہزارہ جفت آئے تو ہلمند کے شمالی اضلاع میں جہادی کارروائیاں شروع ہو گئی تھیں، لیکن جنوبی اضلاع جیسے ہزارہ جفت، ناوہ، نادعلی اور دیگر علاقوں میں ابھی تک جہادی کارروائیوں کے آثار نہیں ملتے تھے۔ ہم نے علاقے کا دورہ کیا اور لوگوں کو جہاد کی دعوت دی۔

مولوی عبدالحکیم صاحب کچھ عرصہ بعد پاکستان گئے اور مولوی محمد نبی محمدی صاحب سے ملے، مولوی محمد نبی صاحب نے انہیں اپنے علاقے کا سربراہ مقرر کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم نے مقامی لوگوں کے تعاون سے کچھ پیسے جمع کئے تھے، چونکہ جہادی کارروائیوں کے لئے اسلحہ کی ضرورت تھی اور ہمارے پاس اسلحہ نہیں تھا، اس لئے مولوی عبدالحکیم صاحب قبائلی علاقے تیرا گئے اور کچھ اسلحہ اور تین بندوقیں لے کر آئے، جس کے بعد ہم نے عام شہریوں کو بھی اپنے ساتھ ہتھیار اٹھانے کی دعوت دی۔ اس طرح ہماری دعوت پر 35 مجاہدین تیار ہوئے اور ہم نے ہزار جفت کے علاقے میں کمیونسٹ حکومت کے خلاف پہلی کارروائی کی۔

چونکہ رہائشی علاقوں میں مجاہدین کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے پہلے چوٹو نامی پہاڑی علاقے میں ایک خفیہ ٹھکانہ بنایا، اسی طرح دو گاڑیوں کا بندوبست کیا۔ تاکہ آپریشن کرنے کے بعد اس علاقے سے جلدی نکل کر اپنے محفوظ ٹھکانے پر پہنچیں۔ مولوی عبدالحکیم صاحب کی کاوشوں سے اس سال کے موسم گرما کے اختتام تک علاقے میں جہادی محاذ کا کام مکمل ہوا اور مجاہدین نے اسی سال کے موسم خزاں میں فوجی آپریشن شروع کرنے کے لئے تیاری مکمل کرلی۔ منصوبہ یہ بنایا گیا کہ کچھ عرصہ بعد سرکاری فوجی اڈے پر حملہ کیا جائے گا اور اس کے ساتھ بھرپور طریقے سے جہادی کارروائیوں کا آغاز کیا جائے گا۔

لکڑی فوجی اڈہ فتح کرنے کے بعد ہلمند کے شمالی اضلاع سے بھی مجاہدین کی ایک بڑی تعداد ہزار جفت پہنچی اور ہم نے ان کے ساتھ مل کر ہلمند کے جنوبی اضلاع میں کمیونسٹ دشمن کے ٹھکانوں پر حملے شروع کیے۔ چھ ماہ کے دوران گرمسیر، نادہ اور ناد علی کے اضلاع مکمل طور پر فتح ہوگئے اور یہ تمام علاقے مجاہدین کے زیر کنٹرول آگئے۔

تاہم کچھ عرصہ کے بعد روسی حملہ آوروں نے افغان کمیونسٹوں کے ساتھ مل کر ان اضلاع کے مراکز پر قبضہ کرنے کے لئے زور لگایا اور ضلعی مراکز پر کمیونسٹ حکومت نے دوبارہ قبضہ کرلیا، لیکن آس پاس کے علاقے مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں تھے۔

مولوی عبدالحکیم صاحب، جو اس علاقے میں مجاہدین کے اہم امیر تھے، ان کا مرکزی دفتر گرمسیر میں تھا اور ان کی سربراہی میں مجاہدین نے گرمسیر، نادہ، ناد علی، گرشک اور یہاں تک کہ لشکر گاہ کے آس پاس میں بھی آپریشن شروع کیا۔ روسی اور مقامی کمیونسٹ قوتیں جب کبھی ان علاقوں سے گزرتی تھیں تو مجاہدین ان پر حملے کرتے، جہاد کا یہ عمل کمیونسٹ حکومت کے خاتمے تک جاری رہا۔

امارت اسلامیہ میں خدمات:

مولوی عبدالحکیم صاحب کے قریبی جہادی ساتھیوں میں سے ملا عبدالحمید جان کہتے ہیں: جب قندھار میں طالبان اسلامی تحریک ابھری تو امیر صاحب [مولوی عبدالحکیم صاحب] نے ہمارا ایک وفد ہزار جفت سے قندھار بھیج دیا، تاکہ وہ طالبان سے ملاقات کرکے اتحاد کا پیغام پہنچائے۔ اس وقت تک قندھار مکمل طور پر فتح ہوچکا تھا اور طالبان ہلمند کی جانب آگے بڑھ رہے تھے۔ ہلمند کے ضلع گرشک میں ہم نے اسلامی تحریک کے سربراہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد سے ملاقات کی اور مولوی عبدالحکیم کا پیغام پہنچایا، اس وقت ملا صاحب نے ہزار جفت کو ایک وفد بھیجا اور اس کو ہدایت کی کہ اگر مقامی کمانڈروں کو غیر مسلح کیا جاتا ہے تو مولوی عبدالحکیم کے ساتھیوں کو رہنے دیں۔ کیونکہ وہ اس تحریک میں شامل ہوگئے ہیں۔ طالبان کا ایک وفد ہزار جفت آیا اور یہ ضلع بغیر کسی مزاحمت کے طالبان کے زیر کنٹرول آیا۔ اس دوران مولوی عبدالحکیم صاحب نے اپنے محاذ کے تمام ہتھیاروں اور سامان جو نجیب حکومت کے خاتمے کے بعد زمین میں دفن اور ذخیرہ کیا تھا، طالبان اسلامی تحریک کے حوالے کردیا۔

اس کے بعد مولوی عبدالحکیم صاحب ایک طویل عرصے سے ضلع ہزارہ جفت کے نائب گورنر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے، جب طالبان نے کابل پر فاتحانہ حملہ کیا تو امیر المومنین نے انہیں قندہار طلب کیا اور صوبہ لوگر کا گورنر مقرر کیا۔ جلال آباد کی فتح کے بعد لوگر کے گورنر مولوی عبدالکبیر جلال آباد چلے گئے اور مولوی عبدالحکیم نے صوبہ لوگر کے امور سنبھال لئے۔

جب صوبہ پروان کے گورنر قاری جلالزئی شمال کی جنگ میں شہید ہوئے تو مولوی عبدالحکیم صاحب کو پروان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس وقت پروان کے پل متک کے علاقے میں مولوی صاحب کے فوجی ساتھی فرنٹ لائن پر دشمن کے خلاف بر سرپیکار تھے۔ شمالی صوبوں میں اہم تبدیلیوں کے بعد جب طالبان نے صوبہ پروان بھی فتح کیا تو کچھ عرصے کے لئے مولوی صاحب نے کابل کے ضلع سروبی کے ضلعی گورنر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور بعد ازاں انہیں صوبہ میدان وردگ کا گورنر مقرر کیا گیا۔

ایک سال بعد جب بامیان فتح کرنے کے لئے مختلف اطراف سے آپریشن ہوا تو مولوی صاحب نے بھی اس معرکہ میں حصہ لیا۔ انہوں نے بہ سود کی طرف سے بامیان پر حملہ کیا اور اس کو فتح کرنے کے بعد امارت کی قیادت نے انہیں سمنگان کا گورنر مقرر کیا۔ اس دوران انہوں نے درہ صوف کے علاقے میں حزب وحدت کے باغیوں کے خلاف کارروائیوں میں بھی حصہ لیا۔ سمنگان میں ایک سال تک خدمات انجام دینے کے بعد امارت کی قیادت نے انہیں صوبہ روزگان کا گورنر مقرر کیا، جو امریکی حملے تک اس صوبے کا گورنر رہے۔

امریکی یلغار اور اس کے خلاف جہاد:

امریکی حملے سے قبل جان محمد خان سابقہ جنگجو کمانڈر صوبہ روزگان میں سرگرم تھا، اسے طالبان نے پکڑ لیا اور قندھار جیل بھیج دیا، جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو حامد کرزئی امریکی خفیہ منصوبے کے مطابق روزگان پہنچا اور اس صوبے کے پہاڑی علاقوں میں امارت اسلامیہ کے خلاف سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔

مولوی عبدالحکیم صاحب کے قریبی دوست ملا حبیب الرحمن رحمانی نے بتایا کہ جب مولوی صاحب کو اطلاع ملی کہ حامد کرزئی کی سربراہی میں مخالفین نے روزگان کے مرکز کے قریب چنارک اور پشتی پہاڑوں میں سرگرمیاں شروع کر دی ہیں تو انہوں نے فوراً ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے طالبان کا ایک گروپ تشکیل دیا، طالبان نے پہاڑوں میں ان کی تلاش شروع کر دی، چند دن بعد حامد کرزئی کے ٹھکانہ کا سراغ مل گیا اور اس پر حملہ کر دیا، اس وقت امریکی ہیلی کاپٹروں نے حامد کرزئی اور ان کے ساتھیوں کو سیکڑوں کلاشنکوفیں فراہم کی تھیں، تاہم مختصر جنگ کے بعد وہ فرار ہو گئے اور حامد کرزئی کو امریکی ہیلی کاپٹروں کے ذریعے وہاں سے کہیں اور منتقل کر دیا گیا جب کہ طالبان نے بڑی تعداد میں ہتھیاروں قبضے میں لے لیے۔ اس کے بعد جب طالبان نے افغانستان کے بڑے شہروں اور صوبائی دارالحکومتوں سے پسپائی اختیار کی تو حامد کرزئی نے امریکیوں کی مدد سے روزگان کے اضلاع اور دارالحکومت کے بیشتر حصوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

ملا حبیب الرحمن رحمانی کہتے ہیں: "اگرچہ یہ آزمائش کا وقت تھا اور امریکی ہر جگہ ظلم و بربریت کے ساتھ مزاحمت کرنے والوں پر وحشیانہ بمباری کر رہے تھے، اس کے باوجود مولوی عبدالحکیم صاحب صوبائی دارالحکومت کے ایک دور دراز علاقے میں قیام پذیر رہے، ان کے دوستوں نے انہیں بتایا کہ اس علاقے سے نقل مکانی کریں مگر انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو جانے کی اجازت ہے، میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک امیر المومنین اس کا حکم نہ دیں۔ رحمانی کا کہنا ہے کہ جب امارت کے رہنماؤں نے قندھار چھوڑ دیا، اس کے بعد وہ یہاں سے چلے گئے۔

امریکی جارحیت کے بعد بھی مولوی عبدالحکیم صاحب نے مجاہدین کے رہنما کی حیثیت سے امریکہ کے خلاف جہاد میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ ان کی قیادت میں امریکی جارحیت کے خلاف مجاہدین کا ایک بڑا محاذ سرگرم عمل تھا، جس طرح انہوں نے روسی جارحیت کے خلاف جہاد میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا اسی طرح امریکی جارحیت کے خلاف بھی نہایت فعال اور اہم کردار ادا کیا۔

وفات اور آخری یاد:

مولوی عبدالحکیم کے بھائی مولوی عبدالرزاق کا کہنا ہے کہ انھیں جہاد کے ساتھ ساتھ علم کے ساتھ بھی خاص دلچسپی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنی زندگی میں علم، کتابوں اور درس و تدریس سے وابستہ رہے اور جہاد کے دوران علم کے ساتھ ان کی دلچسپی کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اگرچہ جہاد میں صرف کیا لیکن اتنی مصروفیات کے باوجود انہوں نے ہلمند کے ہزار جفت، ماجنک اور پنجپائی کیمپ میں چار مدارس کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے نہ صرف خود کو جہاد کے لئے وقف کیا تھا بلکہ اپنے بھائیوں اور بھتیجوں کو بھی جہادی فکر کی تربیت دی۔ ان کے دو بھتیجے ملا نور اللہ نورانی امارت کی حکمرانی کے دوران شمال میں اور ملا عبدالنافع صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں امریکیوں کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے۔

ملا عبدالحمید کہتے ہیں: مولوی عبدالحکیم صاحب نہایت متقی اور بیت المال سے پیسے لینے میں بہت محتاط انسان تھے، حالانکہ وہ بڑے تھے لیکن امارت کے پیسوں کو انہوں نے اپنے طور پر کبھی خرچ نہیں کیا، انہوں نے پیسوں کے لئے ہمیشہ ایک خازن مقرر کیا تھا اور اس سے ایک فرد کی حیثیت سے بقدر ضرورت خرچہ لیتے تھے۔ مولوی عبدالحکیم صاحب طویل اور پر عزم زندگی گزارنے کے بعد 8 مئی 2014 کو خالق حقیقی سے جاملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

مجاہدین کی رہائی پر بیرونی مخالفت افغان اندرونی معاملات میں مداخلت ہے

بین الافغانی مذاکرات کے لیے مذاکراتی ٹیم کے معاون اور امارت اسلامیہ کے ماہر سفارت کار ملا شیر عباس ستانگزئی سے گفتگو

انتیس فروری کے دوحہ معاہدے میں امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ امارت اسلامیہ کے پانچ ہزار قیدی جو کابل انتظامیہ کی قید میں ہیں انہیں رہا کیا جائے گا۔ اس کے بدلے امارت اسلامیہ ان کے ایک ہزار قیدی رہا کرے گی۔ دس روز میں قیدیوں کی رہائی کا یہ عمل تکمیل کو پہنچے گا جس کے بعد بین الافغانی مذاکرات کا آغاز ہوگا۔ کابل انتظامیہ کی جانب سے مسلسل لیت و لعل کی وجہ سے مذاکرات کا عمل اب تک شروع نہ ہو سکا۔ امارت اسلامیہ نے اپنی طرف سے عیدالاضحی سے قبل ایک ہزار قیدی رہا کردیے جبکہ کابل انتظامیہ نے آخری چار سو قیدیوں کی رہائی میں مختلف رکاوٹیں ڈالیں۔ تازہ ترین بہانہ یہ کہ فرانس اور آسٹریلیا نے ان چار سو قیدیوں کو رہا کرنے سے روک رکھا ہے۔ فرانس اور آسٹریلیا کا کہنا ہے کہ یہ قیدی خطرناک مجرم ہیں جو ہمارے فوجیوں کے قتل میں ملوث ہیں۔

ادھر امارت اسلامیہ نے مذاکرات کے لیے اپنی کمیٹی تشکیل دے دی ہے جس کے سربراہ ملا شیر عباس ستانگزئی ہیں۔ امارت اسلامیہ کا کہنا ہے کہ جب تک ہمارے قیدی رہا نہیں کیے جاتے تب تک بین الافغانی مذاکرات کا آغاز نہیں ہوگا۔ اسی تناظر میں ملا شیر عباس ستانگزئی سے گفتگو کی گئی ہے جو قارئین کے نذر کی جارہی ہے۔

ادارہ شریعت

><><><><><

ماہنامہ شریعت:

محترم ستانگزئی صاحب خوش آمدید کہتے ہیں!

پہلا سوال یہ کہ اپنی مذاکراتی ٹیم کی تشکیل کے بارے میں بتایئے! کتنے افراد ہیں اور کس حد تک بااختیار اور فیصلہ کرنے میں آزاد ہیں؟

ستانگزئی صاحب: بسم اللہ الرحمن الرحیم.

نحمده و نصلي علی رسوله الکریم اما بعد.

ماہنامہ شریعت کے تمام ارکان اور جملہ قارئین کو "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

افغانستان کے عالی قدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ نے انٹرافغان ڈائیلاگ کے لیے مذاکراتی ٹیم تشکیل اور ترتیب دی ہے۔

اس ٹیم کی سربراہی میرے ذمہ ہے جبکہ اس میں مکمل 21 افراد شامل ہیں، جن میں 13 افراد رہبری شوری کے اراکین ہیں اور بقیہ امارتِ اسلامیہ کے قدیم زعماء اور مختلف کمیشنز کے سربراہان ہیں۔ اس ٹیم کو ڈائیلاگ شروع کرنے، جگہ کا تعین اور اسی طرح امریکا کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کے نفاذ اور قیدیوں کی رہائی کی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔ اس ٹیم کی ذمہ داری یہ ہوگی کہ مخالف ٹیم کے ساتھ پورے اطمینان اور سکون سے مذاکرات کا معاملہ آگے بڑھائے۔

سوال:

انٹرافغان ڈائیلاگ کے بارے میں آپ یقینی طور بتا سکتے ہیں کہ کب شروع ہوگا؟ اور یہ بھی بتایئے کہ اس ڈائیلاگ کے آڑے صرف قیدیوں کی رہائی ہے یا اور بھی مشکلات موجود ہیں؟

ستانگزئی صاحب:

بین الافغانی مذاکرات کے لیے امارتِ اسلامیہ کی طرف سے ٹیم تشکیل دے دی گئی ہے۔ البتہ بعض مسائل ہیں جو جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ مگر مقابل فریق نے اب تک آمادگی نہیں دکھائی ہے۔ وہ مذاکرات جو امریکا کے ساتھ ہوئے تھے۔ اسی اتفاق رائے کی بنیاد پر جن پانچ ہزار قیدیوں کو رہا کرنا تھا وہ اب تک رہا نہیں ہوئے ہیں اور اب تک تین سو سے کچھ اوپر قیدی جیل میں ہیں۔ اسی اتفاق رائے کی بنیاد پر ہمارے ذمہ جن ایک ہزار قیدیوں کو رہا کرنا تھا انہیں رہا کر دیا گیا ہے۔ بلکہ مطلوبہ تعداد سے کچھ زیادہ بھی بطور احسان رہا کیے ہیں۔ جب ہمارے قیدی اسی مقررہ تعداد میں رہا ہونگے تب یہ مذاکرات شروع ہو جائیں گے۔ فی الحال ہمارے اسیر

بھائیوں کی مطلوبہ تعداد کی رہائی مکمل نہیں ہوئی ہے؛اس لیے ہم جانبِ مقابل سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جتنا جلد ہو سکے ان قیدیوں کو رہا کرے تاکہ جلد سے جلد بین الافغانی مذاکرات کے لیے آگے بڑھ سکیں۔

سوال:

لویہ جرگہ اور اشرف غنی کے مطالبہ کے باوجود رہائی کا یہ سلسلہ کیوں رک گیا ہے؟آپ کے معلومات کے مطابق کیا واقعی اس میں بیرونی ممالک رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں یا پھر کابل انتظامیہ کے بعض حلقے اس منصوبہ کو سبوتاژ کر رہے ہیں؟

ستانکزئی صاحب:

اس بارے میں بعض بیرونی اور داخلی حلقے مخالفت کر رہے ہیں جو نہیں چاہتے کہ افغانستان میں دائمی امن قائم ہو جائے-اسی لیے ہم ایک دفعہ پھر ان بیرونی اور داخلی حلقوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ اپنے شخصی اور ذاتی مفادات سے بلند ہو کر قومی اور اجتماعی مفادات کو مد نظر رکھیں-اور اس مظلوم ملت کی خاطر جو چالیس سال سے جنگ میں جھلس رہے ہیں اپنے حیلے بہانے ختم کریں تاکہ جلد سے جلد بین الافغانی مذاکرات میں داخل ہو سکیں۔

سوال:

اب تک فرانس اور آسٹریلیا نے علانیہ بعض قیدیوں کی رہائی کی مخالفت کی ہے-کیا آپ نے ان ممالک سے اس حوالہ سے کوئی بات کی ہے؟اور کیا یہ مخالفت صرف انہیں دو ممالک تک محدود ہے یا پردہ کے پیچھے اور بھی قوتیں ہیں جو تخریب کاری چاہتی ہیں؟

ستانکزئی صاحب:

آسٹریلیا اور فرانس کی حکومتوں نے اب تک براہ راست ہم سے کوئی رابطہ نہیں کیا- البتہ ہمیں بعض میڈیا ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ انہوں نے بعض قیدیوں کی رہائی پر اپنی مخالفت کا اظہار کیا ہے-اس حوالہ سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قانونی لحاظ سے یہ ممالک حق نہیں رکھتے کہ ان قیدیوں کی رہائی اور قید کے بارے میں بات کریں-

دوسری بات یہ کہ اگر انہیں اس حوالہ سے کچھ تحفظات ہوں بھی تو براہِ راست ہم سے شئیر کریں تاکہ ہم خود ان سے بات کریں-قیدیوں کی لسٹ ہم نے معاہدہ پر دستخط ہونے سے دو ماہ پہلے امریکا کو دی تھی-امریکا نے یہی لسٹ پھر کابل انتظامیہ کے ساتھ شریک کی تھی-تو اس وقت تو دونوں نے رہا کرنے پر اپنی آمادگی دکھائی تھی اور رہا کرنے پر اتفاق کیا تھا-پھر آسٹریلیا اور فرانس نے گزشتہ پانچ مہینوں میں اپنی مخالفت کا اظہار کیوں نہیں کیا؟جو ابھی کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ محض امن عمل کی راہ میں روڑے اٹکانے کی چیزیں ہیں-بعض اندرونی حلقے بھی اپنے اقتدار کے پانچ سال پورے کرنے کے لیے ایسی کوششیں کر رہے ہیں-میں کہتا ہوں کہ یہ طرز عمل اندرونی حلقوں کو فائدہ دے گا اور نہ ہی آسٹریلیا، فرانس اور دیگر اقوام عالم کو-بہتر یہ ہے کہ اپنے ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر قیدیوں کی رہائی کا یہ سلسلہ جلد پایہ تکمیل کو پہنچا دیا جائے-

اگر فرانس اور آسٹریلیا ہمارے ان مجاہدین کو مجرم سمجھتے ہیں پھر تو ہماری نظر میں ان کی تمام وہ فوجیں جو افغانستان پر یلغار کر کے آئی تھیں سب "مجرم" ہیں-ان ممالک نے افغانستان میں ہزاروں بے گناہوں کو تہ تیغ کیا ہے-فرانس اور آسٹریلیا بتائیں کہ انہوں نے کس دلیل کی بنیاد پر افغانستان پر اپنا غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا اور کس جواز کے تحت افغانستان میں گھس آئے تھے۔ ہمارا ان سے حساب ابھی باقی ہے اسے تو بعد میں دیکھا جائے گا-

اب ہماری خواہش یہ ہے کہ امن عمل میں کوئی رکاوٹ نہ بنے-میں امریکا اور اقوام متحدہ کو دعوت دیتا ہوں کہ ان داخلی اور خارجی حلقوں کو قیدیوں کی رہائی پر آمادہ کریں اور انہیں ڈائلاگ کی میز پر حاضر کریں-

سوال:

اگر مذاکراتی سلسلہ شروع ہو گا تو پہلا ایجنڈا کیا ہو گا؟اور یہ بتائیے گا کہ مقابل فریق کے ساتھ بحیثیت حکومت مذاکرات کے لیے تیار ہیں؟

ستانکزئی صاحب:

میں سمجھتا ہوں کہ بین الافغانی مذاکرات کے لیے بہت سے مسائل ہیں، ان سب کو زیرِ بحث لانا چاہیے-البتہ ایجنڈا کے بارے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہر فریق کے پاس اپنا ایجنڈا موجود ہے-ہمارا اپنا ایجنڈا ہے اور جانبِ مخالف کا اپنا؛ مگر یہ اس وقت زیر بحث لایا جاسکتا ہے جب دونوں فریق ایک مشترکہ ایجنڈے پر اتفاق کریں-اس کے بعد ہر ہر مادہ پر بحث ہو گی اور اتفاق رائے پیدا ہو گی-جب ایک اتفاقی ایجنڈا سامنے آئے گا تب ہم اسے میڈیا پر نشر کریں گے-

سوال:

کابل انتظامیہ کا کہنا ہے کہ ہماری ٹیم فیصلہ کا اختیار نہیں رکھتی اور فیصلہ کا اختیار ''ہائی کونسل برائے قومی مصالحت'' کے پاس ہے، بین الافغانی مذاکرات کے لیے آپ کی تیاری کس حد تک ہے؟

ستانکزئی صاحب:

یہ جو مخالفین کہتے ہیں کہ "ہماری ٹیم کے پاس فیصلہ کا اختیار نہیں ہے بلکہ فیصلہ اس کی پشت پر ہائی کونسل برائے قومی مصالحت کرے گی"۔ یہ بذاتِ خود ان کی ٹیم کی کمزوری اور آپس کی بداعتمادی کی دلیل ہے۔

بہر کیف! ہماری طرف میں الحمدللہ جن افراد کا انتخاب ہوا ہے وہ سب اثر ورسوخ والے بااختیار لوگ ہیں۔ اسی وجہ سے عالیقدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ نے مذاکراتی ٹیم کا 65 فیصد حصہ رہبری شوریٰ سے لیا ہے تاکہ یہ افراد ادھر ہی مذاکرات کی میز پر فیصلہ کر سکیں۔ البتہ اس کے نتائج براہ راست امیر المؤمنین حفظہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے رہیں گے۔ یہ ایک مستقل ٹیم ہے۔ ہم مذاکرات کے لیے مکمل تیاری رکھتے ہیں۔

سوال:

گزشتہ دنوں ملک میں جنگ کی صورتحال میں ایک دفعہ پھر تیزی آئی ہے، آپ کیا سمجھتے ہیں اس کے اسباب اور حل کیا ہے؟

ستانکزئی صاحب:

جنگ میں اس لیے تیزی آئی ہے کہ جانبِ مقابل روزانہ کی بنیاد پر درجنوں حملے کرتی ہے اور اکثر اس کی ذمہ داری امارتِ اسلامیہ پر ڈالتی ہے۔ جس طرح مذاکرات کے راستے میں رکاوٹیں ڈال رہی ہے اسی طرح جنگ کے میدان کو بھی گرم کر رکھا ہے۔ کبھی ایک اور کبھی دوسرا بہانہ ڈھونڈ لیتی ہے تاکہ مذاکرات کی راہ میں رکاوٹ قائم ہو جائے اور اس طرح اپنی پانچ سالہ مدت پوری کریں۔ اپنی اسی بقا اور اقتدار کو طول دینے کے لیے روزانہ درجنوں لوگ مارے جا رہے ہیں۔ اسی لیے ہم ہمسایہ اور پوری دنیا کے ممالک کو یہ صدا دے رہے ہیں کہ اپنے اثر ونفوذ کو بروئے کار لا کر ہمارے مخالفین کو آمادہ کریں کہ مزید ان ہتھکنڈوں سے باز آجائیں اور مذاکرات کی دہلیز پر آجائیں، تاکہ افغانستان میں دائمی جنگ بندی پر اتفاق پیدا ہو سکے اور ایک ایسا نظام بنا سکیں جو تمام افغانوں کے لیے قابل قبول ہو۔ ہمیں اس وقت ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو اسلامی ہو، مستحکم ہو اور تمام افغانی جہات پر مشتمل ہو۔ اس پر تمام افغان عوام کا اتفاق ہو۔ اور یہ دن دور نہیں ہے ان شاءاللہ۔

ہم کابل انتظامیہ کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ فرامین جو تم بیرونی قوتوں سے حاصل کرتے ہو ان کو ردی میں ڈال دو! کہ یہ تمھاری آزادی کا باعث ہوگا۔ ورنہ تو لویہ جرگہ کے فیصلہ کو ایک سفارتی فون پر معطل کرنا انتظامیہ کے دوسروں کے لیے آلہ کار بننے کی علامت ہوگا۔ جنگ جتنی طول پکڑے گی اتنا ہی وطن عزیز جلے گا اور برباد ہوگا۔ ملت بیچاری کشت وخون میں لت پت ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ جل جلالہ جانب مقابل کو بھی یہ سمجھ عطا کرے گا جس کے نتیجہ میں وہ اپنے ذاتی مفادات چھوڑ کر قومی اور ملی منافع کو ترجیح دے گی۔ تاکہ اس کی رو سے ایک اسلامی نظام قائم ہو جائے۔

سوال:

ملک کے جاری حالات میں آپ سیاستدانوں، نوجوانوں اور من حیث المجموع افغان قوم کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

ستانکزئی صاحب:

اب ان حالات میں ہر افغان باشندے، ہر قوم، ہر زبان سے وابستہ اور ہر جماعت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ملک میں امن کے قیام کے لیے مثبت اقدامات اٹھائیں۔ یہ کام جس انداز میں بھی سرانجام دیا جا سکے۔ لکھاریوں کو اپنے قلم سے، صحافیوں کو اپنے میڈیا کے ذریعہ اور دیگر باصلاحیت افراد کو دوسرے میسر طریقوں سے متفقہ طور پر ایک زبان ہو کر امن کے لیے آواز اٹھانی چاہیے۔

میں افغانستان کی مظلوم عوام کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اٹھیں اور مظاہروں، احتجاجوں اور دھرنوں سے کابل انتظامیہ کو مجبور کریں کہ وہ امریکا کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کو صحیح طرح سے عملی جامہ پہنائے، مذاکرات کے لیے تیار ہو اور انہیں مزید ملک وملت کی بربادی کا موقع نہ دے۔ بوڑھوں، جوانوں اور خواتین سے میرا مطالبہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو ہرگز اجازت نہ دیں جو اپنے اقتدار کے لیے امن عمل کو تاخیر میں دھکیل رہے ہیں۔ میں اقوام عالم کو بھی پرزور دعوت دیتا ہوں کہ کابل انتظامیہ پر دباؤ ڈال کر انہیں مذاکرات کی میز پر حاضر کریں۔

اسرائیل اور امارات کے درمیان ہونے والا معاہدہ

حسن زوی

محترم قارئین کے علم میں ہوگا کہ رواں مہینے 13 اگست کو اسرائیلی وزیراعظم بن یامین نیتن یاہو نے سرکاری ٹی وی چینل پر اعلان کیا کہ انہوں نے متحدہ عرب امارات کے ساتھ سیکیورٹی معاہدے پر دستخط کردیے ہیں۔ امریکی ثالثی میں ہونے والے اس معاہدے کے حوالے سے امریکی صدر ٹرمپ نے کہا کہ مجھے توقع تھی کہ اس معاہدے کو اپنے نام سے موسوم کروں۔ مگر شاید عالمی میڈیا اسے تسلیم نہ کرے اس لیے میں اس کامیاب نہیں ہوپاؤں گا۔ امریکا، امارات اور اسرائیل تینوں ممالک کے سربراہان نے امید ظاہر کی ہے کہ اس طرح مشرق وسطی میں سیکیورٹی صورتحال درست ہوجائے گی۔ امریکی صدر ٹرمپ نے اسرائیلی وزیراعظم بن یامین نیتن یاہو اور ابوظہبی کے ولی عہد شہزادہ محمد بن زاید کو مشترکہ مبارکباد دی۔ اور کہا کہ یہ تاریخی پیش رفت مشرق وسطی میں امن کے قیام میں معاون ثابت ہوگی۔

دلچسپ بات تو یہ ہے کہ امریکا اور دیگر مغرب کے لیے خود کو قریب کرنے اور اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے اس شکست آمیز معاہدے سے بھی امارات کی حکومت مظلوم فلسطینیوں کو پھسلانے کی کوشش کررہی ہے۔ دلیل یہ دیتی ہے کہ اس سے فلسطین اور پورے مشرق وسطی میں امن وامان قائم ہوگا اور اسرائیل کی جانب سے مغربی اردن کے علاقوں پر اسرائیلی قبضے کا سلسلہ رک جائے گا۔ متحدہ عرب امارات کے وزیرخارجہ انور قرقاش نے کہا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا انتہائی جرات مندانہ اقدام تھا، تاکہ اسرائیل کی جانب سے مغربی اردن کے علاقوں پر قبضے کا سلسلہ روکا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ متحدہ عرب امارات اسے اسرائیلی قبضے کا تعطل نہیں بلکہ اختتام سمجھتی ہے۔

امریکا اسرائیل اور امارات کی جانب سے شائع ہونے والے مشترکہ اعلامیہ میں بھی آیا ہے کہ اسرائیل نے غرب اردن کے بقیہ علاقوں پر قبضے کا منصوبہ معطل کردیا ہے۔ مگر چونکہ اسرائیل سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اس لیے ابھی اس معاہدے کی دنیا میں کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی تھی کہ اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے انتہائی ہٹ دھرمی سے اپنے ہم وطنوں اور دنیا بھر کے یہودیوں کو اطمینان دلایا کہ اسرائیل کے جغرافیائی حدود کی توسیع کا سلسلہ جاری رہے گا۔ مغربی اردن کے بقیہ علاقوں پر قبضے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اس معاہدے سے منصوبے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

نیتن یاہو نے مزید کہا کہ اسرائیل اور متحدہ عرب امارات کے وفود کے درمیان سیاحت، سرمایہ کاری، براہ راست پروازوں، سیکیورٹی، مواصلاتی رابطوں، ٹیکنالوجی، انرجی، صحت، کلچر، ماحولیات، سفارت خانوں کے قیام اور آپس کے دیگر مفید امور کے حوالے سے معاہدہ ہوا ہے۔ مشرق وسطی کی دو سب سے متحرک سوسائٹیز اور نئی معیشتوں کے درمیان براہ راست رابطوں کے قیام سے بڑی اقتصادی ترقی قائم ہوگی۔ نئی ٹیکنالوجی میں نئی ایجادات ہوں گی۔ عوام کے درمیان نئے رابطوں کے قیام سے خطے میں تبدیلی آئے گی۔

اس معاہدے میں ایک خطرناک بات یہ بھی ہے کہ اسرائیل بقیہ عرب ممالک کے ساتھ اچھے روابط بنانے کی کوشش کرے گا اور امریکا اور متحدہ عرب امارات اس مقصد کے لیے مشترکہ کوششیں کریں گے۔

اس لیے مشرق وسطی کے ماہرین کا کہنا ہے کہ متحدہ عرب امارات اور اسرائیل کے درمیان قائم ہونے والا یہ معاہدہ دراصل سعودی عرب اور اسرائیل کے درمیان سفارتی تعلقات کے قیام کے لیے بہت پہلے سے بنایا گیا منصوبہ ہے۔ یہ معاہدہ اس قدر فوری نہیں ہوا۔ بلکہ کافی عرصہ سے اس پر کام جاری تھا۔ تجزیہ

کاروں کا کہنا ہے کہ محمد بن سلمان کے ولی عہد بننے سے قبل ہی ٹرمپ کے یہودی داماد کوشنر کے اس حوالے سے اس سے رابطے تھے۔اس معاہدے میں سب سے بڑاہاتھ بھی اسی کا ہے۔

پچھلے ادوار میں عرب میڈیا کے ذریعے ایسی رپورٹیں بھی شائع ہوئی ہیں جس میں دی گئی معلومات کے مطابق بہت پہلے سے یعنی 2014 سے عرب ممالک خصوصا دوبئی اور ابوظہبی میں اسرائیل کے یہودی تاجروں کی تجارتی کوششیں جاری ہیں۔ خصوصا قیمتی پتھر کے کاروبار میں یہ لوگ بہت آگے ہیں۔ قیمتی پتھروں کے کم از کم 11 بڑے مراکز ایسے ہیں جس کے مالک چار بڑے یہودی ہیں۔

2015 میں بھی میڈیا پر ایسی مختصر کلپ وائرل ہوئی جس میں امارات کی ایک عمارت پر اسرائیلی پرچم لہرا رہا تھا۔ جس کے خلاف اسلامی دنیا میں شدید رد عمل آیا۔ مگر پھر سوشل میڈیا کی یہ ویڈیو بے بنیاد قرار دے دی گئی۔ پوری مہارت سے یہ بات غائب کرادی گئی۔ اس کے بعد بھی عرب میڈیا خصوصا الجزیرہ پر دونوں ممالک کے درمیان خفیہ تعلقات کے حوالے سے وقتا فوقتا معلومات شائع ہوتی رہیں۔ حالیہ اقدام ان معلومات کی درستگی کا ثبوت ہے۔

فلسطینی صدر محمود عباس نے اس معاہدے کو خیانت قرار دیااور اس پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا۔ فلسطینی حکومت کے وزیر خارجہ نے ابوظہبی سے اپنا سفیر واپس بلایاہے اور کہاہے کہ یہ معاہدہ فلسطین کے مسئلے سے شدید غداری ہے اور فلسطین کے سینے میں خنجر گھونپنے کے مترادف ہے۔

حماس نے بھی اس معاہدے کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ کہاہے کہ اس طرح کے معاہدوں سے آزاد فلسطین کے قیام کی امیدیں ختم نہیں ہوں گی۔نہ اس سے فلسطینی مسلمانوں کی جد وجہد آزادی پر کوئی اثر پڑے گا۔ ایسی آوازیں بھی آرہی کہ اس معاہدے کے بعد امارات نے فلسطین سے اپنا سفیر واپس بلانے کا فیصلہ کیاہے۔ یمن کے وزیر خارجہ نے بھی کہاہے کہ فلسطین کے مسئلے کے حل کے لیے یمن کے موقف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور نہ آئے گی۔ ہم نے عرب لیگ اور اسلامی کانفرنس میں ہمیشہ اپنا موقف واضح کیاہے۔ایرانی صدر حسن روحانی نے بھی اس فیصلے کی مذمت کی ہے۔ کہاہے کہ مشرق وسطی میں اسرائیل کے قدموں کی مضبوطی سے بہت برے نتائج برآمد ہوں گے۔ یہ معاہدہ خاص ایسے وقت میں کوئی ہورہاہے جب امریکا میں الیکشن ہورہے ہیں؟ اگر یہ معاہدہ درست ہے تو اس کا اعلان کسی تیسرے ملک میں کیوں ہوا؟اور وہ تیسرا ملک بھی امریکا ہے۔ تاکہ واشنگٹن کے اس حکمران کے لیے کامیابی کی راہ ہموار کی جاسکے جس نے ان پر دباو ڈالا ہے۔ یہ معاہدہ ایک بڑی شیطانی کوشش ہے۔ مگر یہ سوال بھی بجاہے کہ کیا عملا بھی ان دو ممالک کا ایک دوسرے کے ملک میں سفارت خانہ قائم کرنا اور سفارتی تعلقات بحال کرنا ممکن ہوگا؟اس معاہدے میں ہونے والے وعدے پورے ہوجائیں گے ؟کوئی اور عرب اور اسلامی ملک بھی ایسا اقدام کرے گا؟

سب جانتے ہیں کہ یہودی بہت غدار، خائن اور مکار لوگ ہیں۔ اپنے پیغمبروں اور اللہ تعالی سے کیے ہوئے وعدے انہوں نے توڑے، تو عام لوگوں کیے ہوئے وعدوں کی وہ کیا پرواکریں گے۔ پھر جب ایک جانب امارات جیسا کمزور ملک ہو، تو دنیا میں کوئی ایسا ہے جو ان وعدوں کی مخالفت پر اسرائیل سے اس کی وجہ پوچھے ۔ حالات کو دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ امریکا، اسرائیل اور امارات کے رہنماوں میں سے کسی کے لیے بھی معاہدے کا عملی نفاذ زیادہ اہم نہیں ہے۔ بلکہ مختصر مدت کے سیاسی مفادات سب کی نظر میں ہیں، جو کسی نے کم کسی نے زیادہ حاصل کیے ہوں گے۔

یہ تو پوری دنیا جانتی ہے کہ یہ فلسطین اور پوری اسلامی دنیا کے ساتھ ساتھ خود امارات کے لیے بھی ہر لحاظ سے نقصانات سے بھرپور فیصلہ ہے۔امارات کو اگر یقین نہیں آتا تو دیکھ لیں کہ مصر جیسے اسلامی ممالک نے اسرائیل کو تسلیم کرکے کتنا بڑا اور ہمہ پہلو نقصان اٹھایاہے۔

جلال الدین حقانی رحمہ اللہ، تاریخ جس پر ناز کرے گی

سید عبدالرزاق

آج اس شخصیت کو ہم سے جدا ہوئے دو سال مکمل ہو رہے ہیں، جن کی آٹھ عشروں پر محیط زندگی یا تو قال اللہ و قال الرسول کی صداؤوں اور مہمانی رسول کا شرف اٹھاتے ہوئے انسانیت کی سب سے بڑی ہستی کی میزبانی کی چھاوں میں گزری، یا پھر دنیا کی سب سے پر خار، مشکلات سے بھرپور اور کٹھن مراحل میں گزری۔ ہمارا دین جس شعبہ کے ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم وقت کو دنیا ومافیہا سے بہتر قرار دیتا ہے اور جس کے قیام اور دوام پر خود اپنے وجود اور اپنے متبعین کی بقاء کو لازمی بتاتا ہے۔ اس کو شریعت جہاد فی سبیل اللہ کا نام دیتی ہے۔ اس کی فضیلت یوں ہی نہیں ہے۔ یہاں ہر دم جان کی بازی لگانی پڑتی ہے تب ہی تو درجہ بھی بڑھتا ہے۔ اس جان کی بازی میں اس عظیم شخصیت نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ یہ عبقری زمان جلال الدین حقانی تھے جس نے 1939 میں آنکھ کھولی۔ شعور آنے کے ساتھ ہی دینی علوم سے وابستہ ہوئے۔ پہلے قریب میں ابتدائی علوم حاصل کیے پھر اعلی تعلیم کے لیے دین متین کے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رخت سفر باندھا اور اپنے گھر سے سینکڑوں کلو میٹر دور چلے گئے۔ پردیس اور بے کسی کی شدید گھڑیاں گزارتے ہوئے بالاخر 1964 کو اپنا تعلیمی سفر مکمل کیا اور باقاعدہ میدانِ عمل میں اترے۔

پہلے پہل درس وتدریس کے شعبہ سے وابستہ رہے۔ کئی سال یہ سلسلہ آگے بڑھاتے رہے کہ افغانستان میں اشتراکی نظریہ کے زیر اثر اسلامی شعائر پر قدغنیں لگانی شروع ہوئیں۔ اس پر انہوں نے درس وتدریس کو الوداع کہہ کر اس نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ اس وقت کے حکمران سردار محمد داؤد خان کے خلاف تحریک میں نمایاں کردار ادا کرنے پر حکومتِ وقت کی نظروں میں ایک باغی کی حیثیت اختیار کر گئے۔ جس کی رو سے روپوشی لازمی تھی۔ چنانچہ اسی بنیاد پر اس عظیم قائد نے دفاعِ اسلام اور اشتراکیت کے انہدام کے لیے خفیہ طور سے جدوجہد شروع کی۔

تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ سویت یونین نے مظلوم افغانستان پر یلغار کی اور اسلام، اسلامی شعائر اور دینی منہج کو اپنے تسلط میں لانے کی کوشش کی۔ اس یلغار کے خلاف افغان قوم نے مسلح تحریک شروع کی اور جہاد فی سبیل اللہ کے باغ و بہار میدان کو ایک دفعہ پھر سجایا۔ متعدد سر کردہ افراد نے قیادت کا زمام ہاتھ میں لیا اور افغان قوم کی رہبری کی۔ ان افراد میں سے ایک شخصیت شیخ محمد یونس خالص رحمہ اللہ کی تھی جنھوں نے آخر تک اپنے آپ کو اسلام اور اسلامی منہج سے وابستہ رکھا۔ اسی پر زندگی گزاری اور اسی پر موت کو قبول کیا۔

شیخ جلال الدین حقانی "خالص" کے مخلص قافلہ اور کاروانِ اخلاص سے ملے۔ زندگی کی کئی بہاریں گزارنے کے ساتھ عالمِ کفر سے اپنی صلاحیتوں اور دینی پختگی کا لوحہ منوایا۔ سویت یونین کے ایوانوں میں وہ طوفان بپا کر دیا جس کے اثرات آج بھی موجودہ روس میں محسوس کیے جا رہے ہیں۔ طاغوت اور فرعونِ وقت کے دلوں پر اپنی ہیبت کا ایسا سکہ بٹھایا کہ خوابوں میں بھی یہ اسلامی بارعب چہرہ ان کے لیے خوف کی علامت بن گیا۔ ان کی مخلصانہ کوششیں رنگ لائیں اور سویت یونین کو پارہ پارہ کر کے چھوڑ دیا۔

سویت یونین کے خاتمہ کے بعد مجاہدین کے نام سے تنظیمی غنڈوں نے جب جگہ جگہ پوسٹیں قائم کیں اور اپنا اقتدار اور کرسی برقرار رکھنے کے لیے لوگوں کی عزت وناموس پر حملے کیے اور ذاتی مفادات کے لیے ملک و وطن کو داو پر لگانا شروع کیا۔ ایک دوسرے کے گریبان میں ہاتھ ڈالے تو شیخ جلال الدین حقانی نے فتنہ سمجھ کر گھر میں یکسو ہونے کو ترجیح دی کہ کفر سے جہاد تو فتنہ کو روئے زمین سے ختم کرنے کے لیے تھا، اب اگر ہم آپس میں لڑیں گے تو یہ نئے سرے سے فتنہ کو جنم دینے کے مترادف ہوگا، جو یقیناً ناجائز اور اس سے بچ کر رہنا ضروری ہے۔

1415ھ میں ملا محمد عمر مجاہد نے ملک میں واقع جبر وستم اور افراتفری کے خلاف تحریک شروع کی اور 1516ھ میں پندرہ سو علماء کرام نے انہیں امیر

المؤمنین کالقب دیکر ملک کااقتدار اور ذمہ داری سپرد کی تو شیخ جلال الدین حقانی نے ایک دفعہ پھر اپنی ذمہ داری کاادراک کرتے ہوئے حق کے ان فرزندان کی کمر مضبوط کی اور اس قافلہ حق میں شامل ہوئے۔ سات سال کے عرصہ اقتدار میں مختلف محاذوں کو سنبھالنے کے ساتھ مختلف عہدوں پر بھی فائز رہے۔ یہاں تک کہ 2001ء میں امریکی یلغار ہوئی اور افغانستان کو ایک دفعہ پھر جارحیت اور استعمار کے پنجہ میں ڈالا گیا۔

اس موقع پر شیخ جلال الدین نے پھر سے مستعد ہو کر جہاد کامیدان مستعدی سے سنبھالا اور صرف سنبھالا نہیں اپنے خون پسینہ سے گرم بھی رکھا۔ بذات خود شرکت کرنے سے جسم کاضعف آڑے آیا اور نہ ہی بڑھاپے کا سہارا دامن گیر ہوا۔ کوئی بیماری مانع ثابت ہوئی اور نہ ہی کسی اور تاویل نے رکاوٹ ڈالا۔ جس جذبہ سے جوانی کی سر سبز وشاداب عمر میں روزِاول اس مقدس صف میں شامل ہوئے تھے اور کام شروع کیا تھا بعینہ اسی جذبہ سے اس پیرانہ سالی میں عمل شروع کیا اور مسلسل آگے بڑھتے رہے۔ 17 سال استعمار سے مسلسل مقابلہ کرتے ہوئے کئی نشیب وفراز کاسامنا ہوالیکن تاریخ کاکوئی گوشہ اپنے اندر یہ بات محفوظ نہیں رکھتا کہ موصوف نے کسی موقع پر ہمت ہاری ہو یا حوصلہ میں کمی آئی ہو۔ اس طرح کی بہادری اور مردانگی میں آخر ستمبر 2018 کو داعی اجل کو لبیک کہا اور ہمیشہ کے لیے اس دنیائے فانی سے یکسو ہوگئے۔

ہمارے کانوں کو یہ جملہ ان گنت دفعہ سننے کو ملا ہو گا کہ دین کی راہ میں جان مال اور اولاد سمیت تمام چیزوں کو لوٹا دینا چاہیے، یا پھر اپنی زندگی کو دین کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔ اس جملہ کو حقیقی معنوں میں جن حضرات نے عملی لباس سے آراستہ کیا ان میں سے ایک عظیم شخصیت شیخ جلال الدین حقانی کی ہے۔ جنھوں نے زندگی کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک زبان سے نہیں عمل سے وقف کا دستور اپنایا تھا۔

صرف اپنی ذات تک یہ سلسلہ محدود نہیں کیا تھا بلکہ اولاد اور پورے خاندان کو بھی پھیلا دیا۔ بیس سے زائد شہداء کی تعداد ان کے خاندان کی موجود ہے جن میں موصوف کے تین بیٹے محمد، بدرالدین اور ڈاکٹر نصیر الدین بھی شامل ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ حقانی مرحوم کے خاندان کا کوئی بھی فرد جیل میں جاتا اور اس کا کیس کسی بھی درجہ کا ہوتا مگر سزا بہر حال اسے پھانسی یا عمر بھر قید کی ملتی۔ جس کی تازہ مثال محمد انس حقانی ہیں۔ بغیر کسی جرم اور کسی ٹھوس ثبوت کے انہیں پھانسی کے پھندے پر لٹکانے کے فیصلے کئی دفعہ صادر ہوئے جو ہر دفعہ مشیت خداوندی سے مجاہدین اسلام نے ناکام بنادیئے۔

مرحوم جلال الدین حقانی جس طرح ایک عظیم مجاہد اور دو مرتبہ جہادی دورانیہ کے عظیم قائدین اور سالاروں میں شامل رہے، اسی طرح موصوف ایک تبحر اور دیدہ ور عالم بھی تھے۔ قرآن اور سنت پر بھر پور دسترس اور ید طولی رکھتے تھے۔ مختلف فنون میں ایسی مہارت حاصل تھی کہ چوٹی کے علماء ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ عربی زبان پر ایسی قدرت پائی تھی کہ خود اہل عرب بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ خطابت کے بلاشبہ شہسوار تھے۔ لیکن ان کی خطابت محض خطابت برائے خطابت اور فنکاری دکھانے کے لیے نہیں تھی۔ بلکہ مرحوم ایک پیغام پہنچاتے اور اس پیغام میں ایک سوز اور درد رکھتے تھے، جو بہت کم لوگوں کو ملتا ہے۔ شاید اسی فکر اور سوز کا نتیجہ تھا کہ بہت کم ان کی زبان کی تاثیر سے بہت کم کوئی بچ جاتا۔ جو بھی خطاب سنتا اس کے دل ودماغ میں کفر سے نفرت اور جہاد کا جذبہ بیدار ہو جاتا۔

بے شمار صلاحیتوں کے مالک حقانی آج ہم میں جسمانہیں ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنے کردار سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے جاودانی زندگی سے معمور رکھا۔ بیشک وہ نہ ہو لیکن ان کاکاز اور مشن اسی آب وتاب سے جاری وساری ہے جس انداز سے موصوف نے شروع کیا تھا اور ان کا پیغام آج بھی فرزندانِ اسلام کے سینوں میں موج زن ہے۔

کبھی کبھار ایک فرد پوری جماعت کا کردار ادا کرتا ہے جس کی مثالیں تاریخ اسلام میں کم نہیں ہیں۔ انہیں باوفا افراد میں سے ایک مرحوم حقانی صاحب کا نام بھی ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ جب امریکا کی شکست کی تاریخ لکھی جائے گی تو اس میں ایک نمایاں نام مرحوم کا ہو گا اور اس سے بڑھ کر کہتا ہوں کہ جب صدیوں بعد بھی کفر کے ایوانوں میں درس عبرت پڑھا جائے گا تو مرحوم حقانی صاحب کا نام اور اس کے دندان شکن کارنامے ضرور بتائے جائیں گے۔

رحمہ اللہ وتغمدہ بغفرانہ

قابض افواج کا انخلا اور کٹھ پتلی حکام کے پست حوصلے

شہامت افغان

29 فروری 2020 کو امارت اسلامیہ افغانستان اور امریکہ کے درمیان دوحہ میں ہونے والے معاہدے کے مطابق 14 ماہ کے اندر افغانستان سے امریکی اور نیٹو افواج کا مکمل انخلا ہوگا اور طالبان کی جانب سے انہیں محفوظ راستہ دیا جائے گا اور ان پر حملے نہیں کیے جائیں گے۔ نیز امارت اسلامیہ کے ان پانچ ہزار قیدیوں کو بھی رہا کیا جائے گا جن کی لسٹ پہلے ہی طالبان نے امریکہ کو فراہم کی تھی۔ جب کہ امارت اسلامیہ بھی کابل انتظامیہ کے ایک ہزار قیدیوں کو رہا کرے گی۔ مجموعی طور پر فریقین کی جانب سے 6000 زیر حراست افراد کو رہا کیا جائے گا اور اس کے بعد 10 مارچ کو بین الافغان مذاکرات شروع کئے جائیں گے۔ اس معاہدے کا بین الاقوامی سطح پر تمام ممالک نے خیر مقدم کیا اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور یورپی یونین نے بھی اس کی حمایت کی۔ صرف کابل انتظامیہ نے اس معاہدے پر منفی رد عمل ظاہر کیا، کابل حکام جو اقتدار اور ڈالر کے حصول کے لئے قابض قوتوں کے آلہ کار بن گئے تھے وہ کبھی بھی اقتدار سے محروم نہیں ہونا چاہتے ہیں اسی لئے وہ براہ راست اور بالواسطہ طور پر معاہدے کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، اور معاہدے کی پہلی شق قیدیوں کی رہائی کے عمل میں چھ ماہ سے مسلسل تاخیری حربے استعمال کر رہے ہیں۔

انہوں نے معاہدے کے ایک دن بعد قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار کر دیا اور جب ان پر امریکیوں کا دباؤ بڑھا تو انہوں نے پہلے مرحلے میں پندرہ سو قیدیوں کو رہا کرنے کا اعلان کیا اور ساڑھے تین ہزار قیدیوں کو بین الافغانی مذاکرات کے آغاز سے مشروط کر کے رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جب انہوں نے قیدیوں کو رہا کرنا شروع کیا تو طالبان نے ان کو ماننے سے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ قیدیوں کو ہماری فہرست کے مطابق اور ہماری نگرانی میں رہا کیا جائے۔ اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کی تیکنیکی ٹیم قیدیوں کی رہائی کے عمل کی نگرانی کے لئے کابل پہنچ گئی، لیکن کابل حکام نے ان کے سامنے مشکلات پیدا کر کے انہیں مایوس کر دیا جس پر امارت اسلامیہ نے ٹیم کو واپس بلانے کا اعلان کیا۔ امریکی خصوصی ایلچی زلمے خلیل زاد کے کابل کے دورے کے بعد یہ عمل دوبارہ شروع ہوا اور اب بھی جاری ہے۔ طالبان کی تکنیکی ٹیم دوسری بار کابل گئی اور قیدیوں کی رہائی کا عمل اس کی نگرانی میں شروع ہوا۔ اس دوران فریقین کی جانب سے اس عمل میں تیزی آئی اور بہت سارے قیدی رہا ہوگئے۔ لیکن کابل انتظامیہ نے ایک بار پھر اعلان کیا کہ ان قیدیوں میں چار سو خطرناک قیدی بھی شامل ہیں جنہیں رہا کرنے کا اختیار کابل انتظامیہ کے سربراہ کے پاس بھی نہیں ہے، اس لئے پھر یہ شور مچایا کہ ان قیدیوں کو رہا نہیں کریں گے۔ پھر ان قیدیوں کی رہائی کے لئے لویہ جرگہ طلب کیا، جرگہ کے تمام ممبران نے اتفاق رائے سے قیدیوں کی رہائی کی منظوری دیدی۔ چار سو قیدیوں میں سے 80 قیدیوں کو رہا کیا گیا اور پھر اس عمل میں رکاوٹ ڈالی گئی لیکن ایسا لگتا ہے ان قیدیوں کو بھی آہستہ آہستہ رہا کیا جائے گا۔

> امریکیوں کے انخلا اور کابل کی صورتحال کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ دن دور نہیں کہ ملکی تاریخ میں برطانوی اور روسی حملہ آوروں کی شکست کی طرح صلیبی قوتوں کی شکست اور افغان تاریخ کے کیلنڈر پر جشن آزادی کے ایک اور دن کا اضافہ ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

کہا جاتا ہے کہ طالبان کی 5000 فہرست میں بہت سارے اہم طالبان عہدیدار اور افراد شامل ہیں، کابل انتظامیہ اس لئے ان کی رہائی نہیں چاہتی کیونکہ

وہ ان کا فائدہ اٹھا رہی ہے اور طالبان پر دباؤ ڈالنے اور مراعات حاصل کرنے کے لئے انہیں آخری حربے کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ اگر ان قیدیوں کو رہا کیا جاتا ہے تو پھر خالی ہاتھ سے طالبان پر دباؤ ڈالنے کے لئے اس کے پاس کوئی آپشن نہیں ہو گا۔

لیکن وہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ طالبان نے اب تک کسی کا دباؤ قبول کیا ہے اور نہ ہی اپنے اصولی موقف پر سمجھوتہ کیا ہے، بلکہ کابل انتظامیہ کی تاریخ میں اس نے کبھی بھی طالبان پر دباؤ نہیں ڈالا ہے کیونکہ غلام اور کٹھ پتلی کی اوقات اتنی نہیں ہیں کہ وہ ایک خوددار قیادت پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ان کا یہ اقدام بطور حربہ انہیں کام آئے گا؟ کیا وہ اس طرح سے طالبان پر دباؤ ڈال سکیں گے؟ کلاّ وحاشًا! ہر گز نہیں، لیکن ان کا یہ حربہ بھی دوسرے حربوں کی طرح ناکام ہو جائے گا اور ان کے خلاف طالبان کی پوزیشن مزید مضبوط ہو جائے گی۔

دوحہ معاہدے کی شقوں پر عمل درآمد کرنے کا ایک اور اہم اقدام امریکی فوجیوں کی مکمل واپسی اور فوجی اڈوں سے انخلا ہے، یہ سلسلہ بھی تیزی سے جاری ہے۔ گزشتہ روز میڈیا نے خبر شائع کی کہ امریکی حکام نے افغانستان میں پانچ فوجی اڈے ختم کر دیئے اور ان اڈوں سے ان کی فوجی چلے گئے۔ ان اڈوں میں ہلمند کا کیمپ بیسٹن یا شوراب جیسا اہم فوجی اڈہ بھی شامل ہے جو ایک زمانے میں دنیا کا سب سے بڑا اور طاقتور برطانوی فوجی اڈہ تھا لیکن اب اسے صحرا میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔

برطانیہ کے سابق وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے شوراب فوجی اڈے کے دورے کے موقع پر فخر سے کہا تھا کہ "یہاں سے ہم اکیسویں صدی کے فیصلے کریں گے"۔ لیکن آج ان کے یہ الفاظ خالی خیالات ثابت ہوئے ہیں۔ امریکی فوجی فی الحال شوراب فوجی اڈے کو خالی کر رہے ہیں۔ جو چیزیں واپس لے جانے کی قابل ہیں وہ اپنے ساتھ واپس منتقل کر رہے ہیں اور جو چیزیں واپس منتقل نہیں کر سکتے ہیں وہ افغان فورسز کے سپرد کر رہے ہیں۔ گزشتہ روز سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو شائع ہوئی جس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ شوراب کا اڈہ خالی کرا لیا گیا ہے اور افغان فوجی مایوسی کے ساتھ امریکی فوج کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

اسی طرح کچھ دن پہلے صوبہ فاریاب کے صدر مقام میمنہ کے قریب لوگوں نے بم دھماکوں کی آوازیں سنیں اور یہ سلسلہ چند دن تک جاری رہا، اس کے بعد پتہ چلا کہ امریکی فوجیوں نے فوجی اڈے کے اندر مضبوط دیواروں کو بموں سے اڑایا اور بعد ازاں وہ وہاں سے چلے گئے۔

امریکیوں کے ان اقدامات نے کابل انتظامیہ کو شدید مایوسی میں مبتلا کر دیا ہے اور ان کے پاس کوئی راستہ نہیں بچا ہے کہ وہ کیا کریں اور کہاں جائیں۔ امریکی صدارتی امیدوار جو بائیڈن نے اشرف غنی کی انتظامیہ کو اطلاع دی ہے کہ وہ خواتین اور ان کے حقوق کا تحفظ خود کریں، ہمارے سامنے اپنے مسائل کے انبار پڑے ہوئے ہیں، انہوں نے خبردار کیا کہ اگر مستقبل میں طالبان اقتدار میں واپس آجائیں گے تو یہ افغانستان کا اندرونی معاملہ ہے جس سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے۔

اشرف غنی نے امن عمل میں رکاوٹ ڈالی، کیوں کہ وہ پرامید تھے کہ اگر چہ ٹرمپ نے ان کے سر سے دست شفقت ہٹا دیا ہے لیکن آئندہ امریکی انتخابات میں جو بائیڈن جیت گئے تو وہ اس معاہدے پر نظر ثانی کریں گے اور ہم اپنی حکمرانی جاری رکھیں گے۔ لیکن جو بائیڈن کی باتوں سے ان کی امیدیں دم توڑ گئیں اور کابل انتظامیہ شدید مایوسی کا شکار ہو گئی۔

امریکیوں کے انخلا اور کابل کی صورتحال کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ وہ دن دور نہیں کہ ملکی تاریخ میں برطانوی اور روسی حملہ آوروں کی شکست کی طرح صلیبی قوتوں کی شکست اور افغان تاریخ کے کیلنڈر پر جشن آزادی کے ایک اور دن کا اضافہ ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

لاکھوں شہداء کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ ان کی امنگوں کے مطابق ملک میں ایک ہمہ گیر اسلامی نظام قائم اور نافذ ہو کر رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالی۔

استعمار زدہ اقوام کے جرگے اور فیصلے

ہارون بلخی

پشتو میں جرگہ، پنجابی اور ہندی میں پنچائیت ایک مصالحتی نظام اور طریقہ کار کا نام ہے۔افغانستان میں جرگہ کی تاریخ بہت پرانی ہے اور اس کا ہر فیصلہ عوام اور حکومت میں بخوشی قبول کیا جاتا ہے، کیونکہ جرگہ افغان روایات کا ایسا اٹوٹ انگ ہے، جو پوری دنیا میں مشہور ہے۔افغان تاریخ میں قبائلی عمائدین، علمائے کرام اور مشائخ ہمیشہ سرفہرست رہے۔ جب بھی بیرونی غاصبوں کی جانب سے جارحیت ہوئی تو مذکورہ طبقات نے عوامی جرگوں کے ذریعے تمام مسائل حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ افغان تاریخ میں جرگے کو اہم مقام حاصل رہا ہے۔ہزاروں افراد جرگوں میں شرکت کرکے ملک کو بیرونی اور اندرونی بحرانوں سے نکال کر امن و امان اور خوشحال زندگی کی جانب لاتے ہیں۔اس کی حقیقت، ضرورت اور اہمیت کو بین الاقوامی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر جارحیت کے زمانے میں جرگوں کی حرمت کی دھجیاں اڑادی گئی ہیں۔ استعمار کے زیر سایہ آنے والے ہر حکمران نے اسے اپنے مفاد کی خاطر استعمال کیا۔ چند سرکاری اہلکاروں کو قبائلی عمائدین کا نام دے کر جرگے کے شرکاء کے طور پر پیش کرکے اپنے مرضی کے فیصلے لیے گئے۔

دوسری جانب جب دنیا کے نقشے پر چند طاقتور یورپی ممالک کا ظہور ہوا، اسی وقت استعمار بھی وجود میں آیا۔ دانشوروں کے نزدیک استعمار کی تعریفیں مختلف ہیں۔ استعمار کا لغوی معنی آباد کرنا ہے۔ لیکن سیاسی اصطلاح میں اس سے مراد کسی گروہ کی دوسرے لوگوں یا کسی اور سرزمین پر حاکمیت ہے۔ نیز ایک اور تعریف میں کہا گیا ہے کہ یہ ایک سیاسی اور معاشی مسئلہ ہے، جو 1500ء سے شروع ہوا۔ اسی زمانے سے چند یورپی ممالک کے استعماری لوگوں نے دنیا میں وسیع علاقوں کو دریافت کیا۔ وہاں سکونت اختیار کرتے ہوئے فوائد بھی حاصل کر لیے۔ جب کہ بعض اہل نظر کے ہاں استعمار کا مفہوم ان قدیم ادوار سے وابستہ ہے، جب قدیم حکومتوں نے کچھ ایسے اقدامات کیے، جنہوں نے اپنی سرزمین سے باہر چھاؤنیاں و مراکز قائم کیے، جن کا مقصد جنگ، تجارت اور اپنی تہذیب کو ترویج دینا اور پھیلانا تھا۔ استعمار کی ایک اور تعریف دوسرے لوگوں کی زمین اور اشیاء پر قبضے اور انہیں فتح کرنے کے تناظر میں کی جاسکتی ہے۔ استعمار انسانی تاریخ کی جگہ جگہ موجود اور بار بار واقع ہونے والا حادثہ ہے۔ یہی اقدام استعماریت کہلاتا ہے۔ استعمار نے دنیا کے مختلف علاقوں میں داخل ہو کر ان کی سماجی، سیاسی اور معاشی حالات و ثقافت کو بلاواسطہ یا بالواسطہ ایسا متاثر کیا، کہ اب بھی وہاں استعمار کی موجودگی کے بہت سے اثرات اور نتائج نظر آسکتے ہیں۔

استعمار کا ظہور معلوم انسانی تاریخ کے ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ استعمار کے سادہ ترین الفاظ کے معنی یہ ہے کہ ایک قوم یا ملک دوسری کسی قوم یا ملک کی آزادی سلب کرلے اور انسان کی اجتماعی زندگی کے شرف "اختیار" سے انہیں محروم کرے۔ استعمار کی موجودہ شکل سے پہلے دنیا میں نوآبادیات کا دورہ تھا، جس سے کسی قوم پر براہ راست فوجی قوت کے ذریعہ غلبہ حاصل کر لیا جاتا اور اسے غلام بنا لیا جاتا۔ قدیم تاریخ میں طاقتور حکمرانوں کی ملک گیری اسی استعمار کی ایک قسم رہی۔

موجودہ دور میں استعمار براہ راست کسی قبضے میں ملوث نہیں ہوتا، لیکن پس پردہ اس کے تمام احکام اور اوامر مانے جاتے ہیں اور استعمار زدہ ممالک کے حکمران آقاؤں کے ہر حکم کو بلاتاخیر اور توقف مانتے ہیں۔

جب 29 فروری 2020ء کو طالبان اور امریکا کے درمیان دوحہ میں معاہدہ طے پایا، اس میں ایک کلیدی شرط یہ تھی کہ امریکا 5000 طالبان قیدیوں اور طالبان ان کے حراستی مراکز میں موجود ایک ہزار افغان فوجیوں کو رہا کریں گے۔ اس شق پر کافی حد تک عمل درآمد ہوا، لیکن 400 طالبان قیدیوں کی رہائی مؤخر کردی گئی اور اسے لویہ جرگہ کے سپرد کردیا گیا۔ 07 اگست کو جرگے کا انعقاد کیا گیا، جو تین دن جاری رہا، جس میں تین ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی اور تمام شرکاء نے تمام قیدیوں کی رہائی اور بین الافغان مذاکرات شروع کرنے کا

مطالبہ کیا۔ کابل انتظامیہ کے ایک دھڑے کے سربراہ اشرف غنی نے رہائی کا پروانہ جاری کیا، لیکن استعماری ممالک کے اشارے پر رہائی مؤخر کردی۔ جرمنی، آسٹریلیا اور فرانس نے کابل انتظامیہ کے حکام کو حکم دیا کہ ان قیدیوں میں ایسے افراد شامل ہیں، جنہوں نے ہمارے ملک کی افواج کو قتل کیا ہے، اشرف غنی نے حکم بجا لاتے ہوئے قیدیوں کی رہائی مؤخر کردی۔ حالانکہ افغان دھرتی کے ہزاروں مبینہ عمائدین نے یک آواز ہو کر قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا، جب کہ استعمار کے مسلط کردہ شخص نے ان کی بات دیوار سے دے ماری۔

اشرف غنی مسلسل افغان تہذیب اور قبائلی عمائدین کے مطالبات کو پیروں تلے روند رہا ہے۔ آج تک انہوں نے اپنا کوئی وعدہ مکمل طور پر پورا نہیں کیا۔ مغرب کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ کمزور ممالک اور اقوام کو اپنا غلام بناتے ہیں اور ان کی آزادی کو سلب کرتے ہیں۔

عالمی نقشے اور تاریخ میں افغانستان ایک ایسے ملک اور خطے کا نام رہا ہے، جس نے کبھی غلامی قبول کی ہے اور نہ ہی اس کی تاریخ میں غلامی کا نام ونشان ہے۔ البتہ استعمار نے چند غداروں کو افغان ملت پر مسلط کیا، لیکن ان کی عمر کم رہی۔ امریکی قیادت میں 49 ممالک نے افغانستان پر جارحیت کی، ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادی، لاکھوں افراد کو قتل، زخمی، بے گھر اور قیدی بنا کر لے گئے، بیرونی افواج نے یہاں ایسے مظالم ڈھائے، جن کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔

دنیا کے جدید ٹیکنالوجی سے لیس ممالک نے افغانستان پر حملہ کیا۔ دنیا کے ہر قانون کے لحاظ سے اپنے ملک کا دفاع افغانوں کا مسلم حق تھا، ہے اور رہے گا، لیکن ان افغان غازیوں پر زمین تنگ کردی گئی، جنہوں نے اپنے دین، ملک اور سرزمین سے دفاع کی خاطر سروں پر کفن باندھ کر بیرونی حملہ آوروں کے خلاف ڈٹ گئے۔ ان میں سے بعض نے غاصب افواج کو ایسا سبق سکھایا کہ موجودہ عصر میں اس کی مثال تاریخ میں کم ملتی ہے اور انہیں اپنے ہی کٹھ پتلی غلاموں کے ذریعے گرفتار کر کے پابند سلاسل کردیے، جو تاحال وحشت کے عقوبت خانوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ افغان قوم ان کی رہائی کا مطالبہ کر رہی ہے، لیکن کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی ان کی رہائی میں رخنہ ڈال رہا ہے اور دلیل یہ پیش کر رہا ہے کہ آسٹریلیا، جرمنی اور فرانس کے سفراء نے مجھ سے کہا کہ ان افراد کو رہا نہ کریں، کیوں کہ انہوں نے ہماری افواج کو مارا ہے۔ استعمار زدہ ممالک میں عوام کے فیصلے اور رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہے، یہاں صرف عوامی فیصلے میڈیا اور کاغذ تک محدود ہیں۔ ان غازیوں کو عقوبت خانوں میں رکھنے کے بجائے انہیں باعزت زندگی ملنی چاہیے، ان کی قدر کی جائے اور ان کے اس اقدام کو سراہا جائے، تاکہ آئندہ نسلیں ان کے کارناموں سے باخبر رہیں۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ ہزاروں میل دور سے آنے والے ہمارے قاتل فوجی ہمیں مار رہے ہیں، ہمارے گھروں کو تباہ و برباد کر رہے ہیں، ہمیں اپنے گھر گاؤں میں رہنے کے حق سے محروم کر رہے ہیں، تو کیا ان حالات میں ہم بیرونی افواج کے گلے میں ہار پہنادیں، کیا ہم انہیں برائت دیں؟ ہرگز نہیں! انہیں دیوار سے لگانے کیساتھ ان کے کٹھ پتلی غلاموں کو بھی عبرت کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ افغانستان کے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے عالمی استعمار اور اس کے پرستاروں کو ہمیشہ دھچکا ہوا ہے اور ان کے تمام تجزیے اور خواہشات نقش بر آب ثابت ہوئے ہیں۔

افغان عوام کو اس وقت امن و امان کی اشد ضرورت ہے۔ ملک میں افراتفری پھیلی ہوئی ہے، ہر طرف طوائف الملوکی ہے۔ ڈاکٹر اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کے درمیان اقتدار کے کشمکش کا سلسلہ جاری ہے۔ اراکین پارلیمان بیرونی ممالک کے سفارت خانوں سے رقم بٹورنے میں مصروف ہیں۔ دوحہ معاہدے کو سبوتاژ کرنیکی انتھک کوششیں جاری ہیں۔ بین الافغان مذاکرات مسلسل تاخیر کا شکار ہو رہے ہیں۔ آئے دن اہم شاہراہوں پر مسافروں کی جان و مال محفوظ نہیں ہے۔ غربت بلند سطح تک پہنچ چکی ہے۔ بڑے شہروں خاص کر کابل میں ڈاکوؤں اور جیب کتروں کا راج ہے۔ بدمعاشی اور لوٹ مار سرکار اور اعلی حکام کی نگرانی میں ہو رہی ہے۔ ان تمام وجوہات کو دیکھتے ہوئے اشرف غنی کو چاہیے کہ عوام اور جرگے کا احترام کریں، اس کے فیصلے کو تسلیم اور طالبان قیدیوں رہا کریں، تاکہ بین الافغان مذاکرات شروع اور ملک میں امن و آشتی کے باب کا آغاز ہو جائے۔

امان اللہ خان کی تحریک، فکری انحراف اور عوامی ردعمل

موسیٰ فرہاد

18 اگست 2020 کو برطانوی استعمار سے افغانستان کی آزادی کے 101 سال مکمل ہو گئے ہیں۔ افغانستان ہر سال اپنی آزادی کا دن شمسی کیلنڈر کے مطابق ماہ اسد کی 28 تاریخ کو مناتا ہے۔ جو عیسوی تاریخ میں 18 یا 19 اگست کو آتی ہے۔ اس تحریر میں افغانستان میں انگریزوں کی آمد، ان سے آزادی لینے اور امان اللہ خان کی کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

انگریز کب، کیسے اور کتنی دفعہ حملہ آور ہوئے؟

اٹھارویں صدی عیسوی میں جب برطانیہ وقت کا بڑا استعمار تھا اور اس نے دنیا کے ایک بڑے حصے کو اپنے قبضے میں لیا تھا۔ یہاں تک کہ ہندوستان پر بھی ان کا قبضہ ہوا اور بعد میں افغانستان پر بھی لشکر کشی کی۔ 1838ء میں ہندوستان سے انگریز فوج نے افغانستان پر جارحیت کا ارادہ کیا اور اپنی فوج کو افغانستان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ شکارپور اور بلوچستان کے راستے یہ فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں۔ قندہار اور غزنی کے بعد وہ کابل پہنچ گئے اور تخت کابل پر شاہ شجاع کو بٹھادیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح گزشتہ 40 سالوں کے دوران پہلے روس اور بعد میں امریکا نے اپنے اپنے کٹھ پتلیوں کو کابل کے تخت پر بٹھا کر حکمران بنایا۔ یہی صورتحال اس وقت بھی تھی جو اب ہے۔

جہادی مزاحمت:

انگریزوں کے خلاف قبائلی مشران جن میں اکثریت علماء کی تھی جن میں میر مسجدی خان، ملا مشک عالم، عبداللہ خان اچکزئی، نائب امین اللہ لوگری، وزیر محمد اکبر خان، غازی محراب خان بلوچ، محمد شاہ خان بابکر خیل سمیت دیگر علماء اٹھے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوا دیا۔ گلی گلی قریہ قریہ گئے اور لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر ابھارا، یہاں تک کہ افغانستان کے طول و عرض میں جہادی تحریک شروع ہوئی۔

انگریزوں کے خلاف گوریلا کارروائیوں سمیت براہ راست حملے شروع ہوئے۔ انگریزوں کے ایک بڑے کمانڈر میکنیٹن کو غازی وزیر اکبر خان نے کابل میں قتل کر دیا۔ انگریزوں کے لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ ان کے تقریباً 17 ہزار سپاہیوں نے خوف کے مارے لتہ بند کے علاقے سے فرار ہونے کی کوشش کی تاکہ درہ خیبر کے راستے ہندوستان پہنچ جائیں۔ لیکن راستے میں گھات لگائے مجاہدین سے ان کا سامنا ہوا اور بالآخر 17 ہزار کا لشکر نیست و نابود ہوا۔ صرف اس فوجی لشکر کا سربراہ جنرل برائیڈن زخمی حالت میں بچ کر جلال آباد پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ اس کے بعد مجاہدین نے کابل میں انگریزوں کے کٹھ پتلی حکمران شاہ شجاع کو بھی قتل کیا۔ جس طرح روس کے کٹھ پتلی ڈاکٹر نجیب کو مجاہدین نے تختہ دار پر چڑھا کر اپنے انجام کو پہنچایا۔

دوسری جارحیت:

1879ء میں انگریزوں نے ایک مرتبہ پھر امیر شیر علی خان کے دور میں قندہار اور ننگرہار کے راستے افغانستان پر جارحیت کی اور جلد ہی ان علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ امیر شیر علی خان نے انگریزوں کے خلاف مزاحمت شروع کی لیکن ملک کے شمالی علاقوں میں وہ علیل ہوئے اور وفات پا گئے۔ عوام نے ان کے بیٹے یعقوب خان کو حکمران بنایا۔ انگریزوں نے ان سے تعلقات استوار کیے اور ان سے گندمک کے معاہدے پر دستخط کروا لیے۔ جس کے مطابق انگریز یعقوب خان کو سالانہ بجٹ دیں گے۔ جس کے بدلے یعقوب خان اہم داخلہ اور خارجہ فیصلوں کا اختیار انگریزوں کے سپرد کریں گے۔ جس طرح آج سے چند سال قبل اشرف غنی سے سیکورٹی معاہدے پر امریکا نے دستخط کروا لیے۔

ایک اور عوامی تحریک:

طویل عرصے کے بعد ایک بار پھر مجاہد قبائلی عمائدین اٹھے، جن کی رہنمائی ایک بار پھر علماء کے ہاتھ میں تھی، جن میں محمد جان خان وردگ، میر بچہ خان کوہدامنی، ملا مشک عالم، مولانا عبدالغفور لنگری، غلام حیدر خان چرخی، فیض محمد صاحبزادہ موسہیوال وغیرہ کی قیادت میں ہر علاقے میں عوامی تحاریک شروع ہوئیں۔ کابل میں کئی اہلکاروں نے انگریز سفارت خانے پر حملہ کرتے ہوئے انگریز سفیر سمیت 123 انگریزوں کو قتل کیا اور سفارت خانے کو آگ لگادی۔ اس کے ساتھ ہی عوامی تحریک زور پکڑ گئی۔ ہرات کی طرف سے امیر شیر علی خان کے فرزند غازی ایوب خان نے کندہار پر حملہ کیا، میوند کے مقام پر 12 ہزار کے قریب انگریزوں کے لشکر کو شکست فاش دی۔

انگریزوں نے اچانک فوجی انخلاء کا اعلان کیا لیکن خفیہ طور پر اقتدار امیر عبدالرحمن کے سپرد کرنے کا وعدہ کیا تھا اور سالانہ امداد دینے کی بھی یقین دہانی کروائی تھی لیکن ایک شرط پر کہ وہ معاہدہ گندمک پر قائم رہیں گے۔ یہی ہوا، انگریز چلے گئے، عبدالرحمن نے اقتدار سنبھالتے ہی ان غازیوں کے خلاف کارروائیوں کا آغاز کیا جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تھا۔ انہیں جیلوں میں ڈالا، اکثر مجاہدین کو پھانسیاں دی گئیں۔ یہ حالت کئی عشرے جاری رہی، یہاں تک کہ 1919ء میں افغان قوم نے انگریزوں اور ان کے کٹھ پتلیوں سے مکمل آزادی حاصل کی۔

آزادی:

امیر حبیب اللہ خان کی وفات کے بعد ان کے بھائی عنایت اللہ اور بیٹے دونوں کی خواہش تھی کہ حکمران بنیں، جس کے لیے انہیں علماء اور قبائلی عمائدین کی حمایت درکار تھی۔ علماء نے اس شرط پر امان اللہ خان کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا کہ وہ انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کریں تاکہ ہم آزادی حاصل کریں۔

امان اللہ خان نے شرط قبول کرلی اور افغانستان کے حکمران بن گئے اور آزادی کے حصول کے لیے تحریک شروع کی۔ ہر علاقے میں جہاد کے لیے لوگوں کو تیار کرنے کے لیے رہنماوں کا انتخاب کر لیا گیا۔ مشرقی صوبوں کے لیے ترنگزو حاجی صاحب اور چکنور ملا صاحب، پکتیا کے لیے شور بازار کے حضرت صاحب کا خاندان، قندہار کے لیے خرقہ شریف کے متولی مولانا عبدالحمید الکوزی اور مولوی صالح محمد اخندزادہ سمیت دوسرے علاقوں کے لیے بھی علماء کا انتخاب کر لیا گیا۔

1919ء موسم گرما کے آغاز میں چار محاذوں پر انگریز جارحیت پسندوں کے خلاف کارروائیوں کا آغاز ہوا، جس کی شدت پکتیا میں تھی۔ کئی علاقوں میں انگریز عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے۔ یہی وجہ تھی کہ جلد ہی صلح کا راستہ اختیار کیا اور مجاہدین کو پیش کش کی کہ وہ افغان قوم کا ہر مطالبہ ماننے کے لیے تیار ہیں۔ اور بالآخر 19 اگست 1919ء کو انگریزوں نے افغانستان کو ایک مستقل اور آزاد ملک کے طور پر تسلیم کر لیا اور اپنی فوج افغانستان سے نکال لی۔ جس کے آج 101 سال مکمل ہو گئے ہیں۔ افغان قوم کو یہ آزادی مبارک ہو۔

امان اللہ خان:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امان اللہ خان نے علماء اور قبائلی عمائدین کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا کہ آزادی کے حصول کے لیے جہاد کی راہ اپنائی جائے۔ ان کی سربراہی میں مجاہدین کو مسلح جہاد میں کامیابی ملی اور افغانستان آزاد ہوا۔ لیکن بعد میں انہوں نے ان جہادی رہنماوں کے ساتھ کیا، کیا؟ یہ قابل افسوس ہے۔ ہم یہاں امان اللہ خان کے بارے میں کچھ مورخین کے تحریری تاثرات پیش کریں گے اور فیصلہ قارئین پر چھوڑیں گے۔

ترقی اور اصلاحات:

عبدالباری جہانی کے مطابق افغانستان میں روشن فکری، اصلاحات اور ترقی جیسے الفاظ اکثر و بیشتر امان اللہ خان کی طرف ہی منسوب کیے جاتے ہیں۔ کیوں کہ عام تاثر یہی ہے کہ سب سے پہلے افغانستان میں روشن فکری کا رواج ان ہی سے پڑا، مغربی لباس خاص طور پر افغانستان کے سرکاری اداروں میں لازمی قرار دیا گیا۔ کرپشن کی وجہ سے لوگو کو مار پیٹا گیا، رشوت کے جرم میں ہرات کے آئی جی پولیس سے امان اللہ خان نے خود کپڑے اتارے اور لوگوں کے درمیان ننگا کھڑا کیا۔

ان کے دور میں تعمیراتی منصوبوں کا آغاز ہوا۔ سڑکوں کی تعمیر شروع ہوئی، ملک کے لیے آئین بنایا، پارلیمنٹ بنائی، تعلیمی شعبے کی طرف توجہ دی اور انسانی بیگار کا خاتمہ کیا۔ محکمہ مالیات کا پورا نظام تبدیل کیا، اضافی اخراجات ختم کیے، سالانہ بجٹ پیش کرنے کا رواج پڑا، مرکزی اور صوبائی شورا کا نظام وضع کیا، قبائلی

عمائدین، درباریوں اور شاہی خاندان کے رشتہ داروں کی تنخواہیں اور الاونسز کا خاتمہ کیا، ٹیلی کمیونیکیشن کے شعبے میں ٹیلی گراف کے سسٹم کو وسیع کیا، افغانستان کو اقوام متحدہ کا رکن بنایا، میڈیا کو فروغ دیا، ہر بڑے شہر سے ایک ایک جریدے کا اجراء کیا، پلوں اور سڑکوں کا جال بچھایا اور ایسے ہی کئی کام کیے۔ حالانکہ اس قسم کے تمام خدمات دنیا کی ہر حکومت بلکہ ہر انسانی سماج میں قائم حکومتیں اپنی ذمہ داری سمجھ کر کرتی ہیں کیوں کہ یہ زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے۔ وقت کے ساتھ عوام کی فلاح وبہبود کے لیے اس قسم کے اقدامات حکومت کی عام ذمہ داریوں میں سے ہیں، انہیں ترقی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال اسے افغانستان جیسے پسماندہ ملک کے لیے ان کے اچھے اقدامات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

اشتعال انگیز کارنامے:

امان اللہ خان ابتدائی اصلاحات کے بعد 15 دسمبر 1927ء کو تیس رکنی وفد کے ساتھ یورپ کے طویل دورے پر روانہ ہوئے اور جولائی 1928ء تک یورپ کے دورے پر رہے۔

جب واپس افغانستان لوٹے تو نئی اصلاحات کی ایک طویل فہرست ساتھ لائے۔ پہلی مرتبہ قندہار کے عوام سے جذباتی خطاب کرتے ہوئے کہا "میری نصیحت غور سے سنو، خرافات سے دور رہو، کچھ لاعلم مولویوں نے آپ لوگوں کو مذہب کی زنجیروں سے باندھ رکھا ہے۔ وہ آپ کو اسلام کی غلط تصویر دکھا رہے ہیں، آپ کو دھوکہ دیا گیا ہے، آپ کو جو کچھ میں بتا رہا ہوں وہ اللہ اور اس کے رسول کے فرامین ہیں۔"

انہوں نے مزید کہا "میں ٹائم پاس کرنے اور یورپ کی مشینری دیکھنے نہیں گیا تھا بلکہ میں اس لیے گیا تھا کہ ان کی ترقی کا راز تلاش کروں، حتیٰ کہ ان دعوتوں اور پروگرامز میں جو میرے اعزاز میں منعقد کیے جاتے تھے میں وہاں بھی یورپی رہنماؤں سے ان کی ترقی کے بارے میں بات چیت کرتا تھا۔ میں وہاں سے جو سیکھ آیا ہوں وہ جلد آپ کے سامنے رکھوں گا۔ کیا یہ شرم کا مقام نہیں کہ یورپ کی خواتین افغانستان کے مردوں سے زیادہ کام کرتی ہیں؟ میں نے اپنے آنکھوں سے دیکھا کہ وہاں کی خواتین مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کرتی ہیں اور تجارت، صنعت، سیاست اور دفاتر میں وہ مردوں کے برابر کام کرتی ہیں۔ لیکن افغانستان کی خواتین صرف یہ جانتی ہیں کہ گھر میں کس طرح بے کار وقت گزارا جائے۔ [یعنی امور خانہ داری کے سوا وہ کچھ نہیں کرتیں] اس طرح یہ ملک کیوں کر ترقی کرسکے گا۔ حالانکہ وہ ممالک ترقی یافتہ ہیں جہاں خواتین مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کرتی ہیں"

اس طرح کی باتیں امان اللہ خان نے فراہ اور ہرات میں لوگوں کے ساتھ ملاقاتوں میں کہی تھیں۔ اور جب وہ کابل پہنچے تو 29 اگست کو انہوں نے 1 ہزار افراد پر مشتمل لویہ جرگہ بلایا۔ قندہار کی طرح یہاں بھی وہی جذباتی خطاب کیا۔ ڈیلی میل کے ایک صحافی رانلڈ وائلڈ جو لویہ جرگہ کے وقت وہاں موجود تھے، نے افغانستان کے دور دراز علاقوں سے آئے عمائدین کو یورپی لباس اور ٹوپیاں پہننے پر اور ان کے مضحکہ خیز حالت پر مسلسل کئی رپورٹیں ڈیلی میل میں شائع کیں۔ جرگے کے دوران صحافیوں کو ان کے سفیر فرانسیس ہمفریس نے ہدایت کی کہ وہ بہت جلد کابل چھوڑ کر چلا جائے، کیوں کہ ہوسکتا ہے کابل کے حالات خراب ہوں، پھر ان کی سیکورٹی کی ذمہ داری سفارت خانہ نہیں نبھا سکتا۔ [وائلڈ۔ صفحہ 184]

پغمان جرگے کی روداد:

پغمان کے تیسرے لویہ جرگہ جس میں تقریباً 1000 افراد شریک تھے، سے امان اللہ خان نے صنعت اور تعلیم کے موضوع پر بات چیت کے بعد ایک بار پھر خواتین کی آزادی کے مسئلے پر زیادہ زور دیا۔ جرگے کے دوران اپنی بیوی ثریا اور اپنی چھوٹی بہن نور السراج کے چہروں سے نقاب ہٹایا اور کہا کہ وہ عورتوں کی آزادی کے بارے میں اپنی بات پر قائم ہیں۔

خواتین سے اپنے ایک خطاب میں کہا کہ آپ کے شوہر آپ کو گھروں میں قید کرکے گویا آپ کو زندہ دفن کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حجاب کے معاملے میں اپنے شوہر کی باتوں پر عمل نہ کرو۔ اور اگر آپ کے شوہر آپ کو زبردستی حجاب پر مجبور کر رہے ہیں یا تمہیں تفریحی مقامات پر جانے سے روک رہے ہیں تو اپنے شوہروں کو مار دو۔ اس مقصد کے لیے میں خواتین کو اسلحہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ [سٹیوراٹ۔ ص۔ 377]

5 ستمبر کو لویہ جرگے کا سلسلہ ختم ہوا۔ جرگے کے شرکاء نے امان اللہ خان کے کچھ مطالبات شکستہ دلی سے تسلیم کیے۔ لیکن حجاب اور لڑکیوں کی مغربی ممالک میں

حصول تعلیم کے لیے بھیجنے کا مطالبہ لوگوں نے متفقہ طور پر مسترد کر دیا۔ لوگوں کی شدید مخالفت کے باوجود امان اللہ خان نے کئی لڑکیوں کو خفیہ طور پر مشرقی راستے سے شینوارو کے علاقے سے ٹرکوں اور چھوٹی گاڑیوں کے ذریعے پشاور پہنچادیا جہاں سے انہیں جدید تعلیم کے لیے ترکی بھیج دیا گیا۔ اس طرح ان کے خلاف لوگوں میں نفرت کی آگ مزید بھڑک اٹھی۔ [گریگوریان۔ ص۔260]

پگڑی اور برقع:

کہا جاتا ہے کہ امان اللہ خان اپنی نام نہاد اصلاحات پر جنون کی حد تک اصرار کرتا رہا۔ لیکن حقیقت میں وہ لوگوں کے مذہبی اور سماجی اقدار کا مذاق اڑا رہا تھا۔ برقع سے انہیں شدید نفرت تھی۔ سٹیوارٹ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک دن امان اللہ خان باغ عمومی کی سیر کر رہے تھے تو ان کی نظر ایک خاتون پر پڑی جس نے برقع پہنا ہوا تھا، تو بلند آواز میں خاتون کو مخاطب کر کے کہا کہ وہ یہاں برقع کے ساتھ کیا کر رہی ہے؟ خود گئے اور خاتون کے سر سے برقع اتار کر آگ لگا دی۔ خاتون بغیر برقع کے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ دوسرے دن ایک شخص کو دیکھا جس نے پگڑی باندھ رکھی ہے اور لمبے مونچھ رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں خود حجام کی دکان پر لے گئے اور ان کے مونچھ کٹوادیے۔ [سٹیوارٹ۔ ص۔378]

یورپی لباس کیسے فساد کا سبب بنا؟

اس بارے میں عبدالباری جہانی لکھتے ہیں کہ یہاں اگر مورخ پروفیسر محمد علی کے کتاب کا اقتباس پیش کیا جائے تو بہتر ہوگا کیوں کہ وہ ان حالات کے عینی شاہد ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "وہ اصلاحات جس میں پردے کا خاتمہ بھی شامل تھا، ایک نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کے اندر رشوت اور کرپشن کا بازار گرم ہوا۔ کیوں کہ حکومت کا ایک ادنی ملازم جس کی تنخواہ پچاس روپے جو تقریباً 30 شیلنگ کے قریب ہے وہ حکومتی حکم ماننے پر مجبور تھا جس کے لیے انہیں اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لیے یورپی لباس خریدنا تھا جو اس معمولی تنخواہ میں ناممکن تھا۔ اس لیے وہ مجبور تھا کہ کرپشن اور رشوت کے ذریعے اپنی اس ضرورت کو پورا کرے۔ اس طرح ان نئی اصلاحات نے لوگوں کی زندگیاں مزید اجیرن کر دیں۔

عجیب وغریب احکامات ملتے تھے، محنت مزدوری کرنے والا، نانبائی، خانساماں، کان کن، خانہ بدوشوں پر بھی یورپی لباس پہننا لازمی قرار دیا گیا۔ جو اس حکم کی خلاف ورزی کرتا اس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔

پولیس کو ہدایت کی گئی تھی کہ ان لوگوں پر جرمانہ عائد کرے جنہوں نے یورپی لباس نہیں پہنا اور ان لوگوں کو پارکوں، سیاحتی مقامات اور بازاروں سے بھگا لیا جائے۔ پولیس ہر جگہ مرد و خواتین کا پیچھا کرتی اور ان سے جرمانے وصول کرتی۔ ایک مرتبہ صرف ایک دن میں ایک شخص کو تیس مرتبہ جرمانہ ادا کرنا پڑا۔ بہت سے لوگ حکومت کے اس قدام سے تنگ آکر کابل شہر چھوڑ گئے، یہاں تک کہ کئی لوگوں نے ملک چھوڑنے میں ہی عافیت جانی۔

امان اللہ خان کے خلاف عوامی تحریک اور ان کا ردِ عمل:

ملک کے طول وعرض میں امان اللہ خان کے اصلاحات کے نام پر فساد کی خبریں زبان زد عام تھیں۔ لوگ شدید غصے میں تھے یہاں تک کہ 1928ء میں ان کے خلاف ایک بڑی عوام تحریک شروع ہوئی جو بالآخر حکومت کا تختہ الٹنے پر ہی اختتام پذیر ہوئی۔ خوست، پکتیا، شینوار و سمیت ملک کے دوسرے علاقوں میں لوگ حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور حکمران کی مذکورہ نام نہاد اصلاحات کی شدید مخالفت کی۔ حکمرانوں نے بھی ان کے خلاف ایکشن لیا اور تحریک کے سیکڑوں افراد کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالا، متعدد افراد کو جلاوطن کیا اور تحریک کے درجنوں رہنماؤں کو پھانسیاں دی گئیں، جن میں اکثریت علماء کی تھی، لیکن تحریک اس کے باوجود خاموش نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ تحریک لوگر اور غزنی تک پہنچ گئی۔

مختصر یہ کہ اس تحریک کے دوران ہزاروں افراد جان کی بازی ہار گئے، ہزاروں گھر تباہ، شہر لوٹ لیے گئے، غرض ہر سمت تباہی ہی تباہی تھی۔ وہ لاکھوں روپے جو امان اللہ خان نے ملک میں ترقی اور اصلاحات کے نام پر لیے تھے انہیں اپنے عوام کے قتل عام پر لگایا۔ [حقیقت التواریخ ص،399]

انگریزوں کے طیارے اور جنگی قوت:

دوسری جانب خوگیانو، شینوارو، مہمند سمیت کچھ دوسرے قبائل نے جلال آباد پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور برطانوی قونصل خانے کو لوٹ کر آگ لگا دی۔ امان اللہ خان نے قبائل کو جلال آباد سے بھگانے کے لیے کابل سے ایک بڑا فوجی قافلہ

بھیجا جس کے ساتھ فضائی کمک بھی تھی۔ان جنگی طیاروں نے عوام پر بمباری کی، جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس لوگ مزید مشتعل ہو گئے۔

اہم بات یہ ہے کہ امان اللہ خان نے تحریک کا زور توڑنے کے لیے جرمنی اور برطانوی فضائیہ سے مدد کی درخواست کی تھی۔ انہوں نے ان کے ساتھ پورا تعاون کیا۔ اس اقدام سے بھی لوگوں میں امان اللہ کے خلاف نفرت بڑھ گئی اور علماء کی وہ بات سچ ثابت ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ امان اللہ خان خفیہ طور پر کفار اور انگریزوں کی خدمت کر رہا ہے۔ کیوں کہ اپنے عوام کے خلاف ان سے فضائی مدد طلب کر رہا ہے اور وہ بلاچوں وچراں طیارے دینے پر آمادگی ظاہر کر رہے ہیں۔

جنگ کی شدت اور نقصانات:

اس وقت کچھ لوگ امان اللہ خان کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے، کچھ لوگ یہ دعوی کر رہے ہیں کہ انہوں نے شکست نہیں کھائی، بلکہ وہ ملک میں جنگ نہیں چاہتے تھے، عوام کی خاطر اقتدار کی قربانی دی اور جلاوطنی اختیار کی لیکن حقیقت ایسی نہیں ہے کیوں کہ آزاد مورخین سب اس بات پر متفق ہیں کہ امان اللہ خان نے عوام کے خلاف خونریز جنگ لڑی۔ تحریک کو کچلنے کے لیے طاقت کا بھرپور استعمال کیا لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ان جھڑپوں میں حکومت اور عوام دونوں کو بھاری جانی اور مالی نقصانات اٹھانا پڑے۔

3500 گھر بمباری کی وجہ سے تباہ ہوئے۔ حکومت کے خلاف تحریک کے 1575 افراد شہید اور زخمی ہوئے۔400 کے قریب خواتین اور بچے کھلے آسمان تلے شدید سردی اور بھوک کی وجہ سے جان کی بازی ہار گئے۔ حکومت کو بھی بھاری نقصانات اٹھانے پڑے۔ اس تحریک کو کچلنے کے لیے حکومت کے 5 ملین پونڈ سے زیادہ خرچ ہوئے۔ جو اس وقت کی حکومت کے دو سال اخراجات کے لیے کافی تھے۔ اس وجہ سے عوام کے دلوں میں امان اللہ خان کی حیثیت ختم ہوئی اور لوگ ان پر عدم اعتماد کا شکار ہوئے۔ [گریگوریان۔ ص۔255]

مذکورہ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ امان اللہ خان نے کتنی قوت سے عوام کی تحریک کو کچل ڈالا ہے جس میں دونوں جانب جانی اور مالی نقصانات ہوئے۔ لیکن اب بھی کچھ لوگ آنکھیں بند کر کے اس عوامی تحریک پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اس تحریک کو برطانیہ کی مدد حاصل تھی۔ حالاں کہ تاریخی اسناد میں یہ بات بالکل برعکس ہے۔

آخری تبصرہ:

بہرحال امان اللہ خان نے اپنی حاکمیت کے آغاز میں افغان قوم کی انگریز سے آزادی حاصل کرنے کے لیے شروع ہونے والے جہاد میں مجاہدین کا بھرپور ساتھ دیا یہاں تک کہ جہاد میں مجاہدین کو کامیابی ملی اور افغانستان نے کئی عشروں بعد انگریزوں سے رسمی طور پر مکمل آزادی حاصل کی۔

آج اس دن کو پورے 101 سال پورے ہو چکے ہیں، ہم آج انہیں غازیان اسلام کی تاریخی قربانیوں کا ذکر ایسے حال میں کر رہے ہیں جہاں ہمارا ملک ایک بار پھر انہی انگریزوں اور امریکا سمیت نیٹو کی جارحیت کے بعد آزادی کے دوراہے پر کھڑا ہے۔ نہتے عوام نے تہی دست ہو کر بھی غیر ملکی قابضین کے سامنے جھکنا گوارا نہیں کیا۔ اپنے جسموں سے بارود باندھ کر دشمن کے ٹینکوں اور مراکز کو تباہ کیا۔ بالآخر دنیا کی یہ بڑی فوجی قوت بھی اپنے سابقہ شکست خوردہ اسلاف کی طرح صلح پر آمادہ ہوا۔

لیکن افسوس کچھ اپنوں کی حال پر جنہوں نے تاریخ سے کچھ نہیں سیکھا۔ غلامی اور کٹھ پتلی بننے کے منحوس مرض سے انہیں آج بھی نجات نصیب نہیں ہوئی۔ انہی جارحیت پسندوں کا ساتھ دے کر ان کا اسلحہ اٹھا کر اپنے ملک کی آزادی کے لیے لڑنے والے مجاہدین کے خلاف کھڑے ہوئے ہیں اور ابھی تک ذلت اور رسوائی والا یہی کام سرانجام دے رہے ہیں۔ عنقریب انہیں اپنے اس کیے پر شدید پشیمانی اور دکھ ہو گا۔

اللہ تعالی سے قوی امید ہے کہ اس مرتبہ آزادی کا حصول اور اسلامی حکومت کا قیام ماضی کی نسبت کئی گنا زیادہ عظمت سے بھرپور ہو گا۔ ان شاء اللہ۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

لوگر میں امریکی فوج کی وحشت کا واقعہ

قاسم محسن بادرروال

یہ المناک واقعہ سن 2012 میں صوبہ لوگر کے ضلع ازرہ کے علاقے درہ تنگ کے گاؤں خرابہ میں اس وقت پیش آیا جب امریکی فوجیوں نے پورے گاؤں پر چھاپہ مارا۔ یہ گاؤں ہمارے گاؤں کے قریب واقع ہے۔ امریکی فوجیوں نے ان چار مجاہدین پر چھاپہ مارا جنہوں نے اس سے قبل صوبہ ننگرہار کے گندمک کے علاقے میں خواتین فوجیوں سمیت متعدد امریکی اہل کاروں کو ہلاک کر دیا تھا، اور اب وہ یہاں پناہ لے چکے تھے، انہوں نے اس کامیاب کارروائی میں امریکی فوجیوں سے بندوق سمیت دیگر اسلحہ بھی چھینا تھا۔

امریکی فوجی اس واقعے پر طیش میں آئے تھے، اور بدلہ لینے کے لئے وہ ہر جگہ ان چار مجاہدین پر چھاپے مار رہے تھے۔ اس سے پہلے امریکی فوجیوں نے ایک بڑے منصوبے کے تحت گندمک کے علاقے میں بھی انہی مجاہدین پر چھاپہ مارا مگر مجاہدین کو معلوم تھا کہ ان کے خلاف ضرور کارروائی ہوگی کیوں کہ وہ امریکی فوجیوں کے قاتل تھے، اس لئے وہ پہلے ہی سے چوکس تھے۔ اس علاقے میں امریکی فوجیوں کے پہنچتے ہی انہیں ریموٹ بموں سے نشانہ بنایا گیا اور گھات میں بیٹھے مجاہدین نے ان پر فائر کھول دی، اس بار انہیں پہلے سے زیادہ جانی نقصان ہوا اور متعدد امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ صبح تک وہ لاشوں اور زخمیوں کو یہاں سے منتقل کرتے رہے۔

مجاہدین اپنے کمانڈر کے حکم پر اس علاقے سے چلے گئے اور کسی محفوظ مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ امریکیوں نے اس علاقے پر بھی چھاپہ مارا لیکن اس بار بھی اس چھاپہ میں امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے اور چھاپہ ناکام ہوگیا۔ اس مرتبہ ان چاروں مجاہدین، جن میں مصطفیٰ بھی شامل تھا، نے اپنے رہنما کے حکم پر صوبہ ننگرہار سے صوبہ لوگر کے ضلع ازرا میں ہمارے گاؤں میں پناہ لی اور بظاہر چھاپوں سے محفوظ رہے۔ انہیں یقین تھا کہ یہاں کچھ بھی نہیں ہوگا، وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے افغان اور مسلمان بھائی صلیبیوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں اور ان کی جاسوسی کریں گے لہذا اس بار مجاہدین چھاپے سے بچ نکلنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور سب نے جام شہادت نوش کیا۔

سنہ 2012 میں گرمی کا موسم تھا، امریکی فوجیوں نے رات کے اندھیرے میں ایک افغان مسلمان کی مخبری پر صوبہ لوگر کے ضلع ازرا کے گاؤں خرابہ پر چھاپہ مارا۔ مجاہدین نے تنگ نامی اس علاقے میں ہمارے گاؤں میں پناہ لے رکھی تھی، جس کے وسط میں ایک بڑا دریا بہہ رہا تھا۔ مجاہدین سبز باغوں کے درمیان ایک خفیہ مکان میں ٹھہرے تھے۔ یہ قیام کے لئے ایک مناسب اور خفیہ جگہ تھی۔ امریکی فوجی رات کے وقت اس علاقے سے تھوڑا فاصلے پر اپنے ہیلی کاپٹروں سے اتر گئے اور ان کی طرف پیدل روانہ ہوئے۔

ان کی رہنمائی کے لئے دو مسلمان افغان فوجی آگے جارہے تھے اور امریکیوں کو محفوظ راستوں پر اسی گاؤں تک پہنچایا۔ حالانکہ علاقے کے لوگ بھی رات کے اندھیرے میں یہ جگہ معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ اسی گاؤں کے ایک شخص کا کہنا تھا کہ جب کتوں کے بھونکنے کی آوازیں زیادہ ہوئیں تو مصطفیٰ نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ جب امریکی فوجی آتے ہیں تو کتے اس طرح بھونکتے ہیں لیکن ساتھیوں نے ان سے اتفاق نہیں کیا۔

وہ سو رہے تھے اور امریکی فوجی ان کی چھتوں پر کھڑے تھے اور فضا میں ہیلی کاپٹر محو پرواز تھے۔ مصطفیٰ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر ہم مقابلہ کریں گے تو گاؤں کے لوگوں کو نقصان ہوگا۔ ساتھیوں نے بھی ان کی بات تسلیم کرتے ہوئے مزاحمت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی دوران امریکی جاسوس نے بلند آواز سے کہا کہ دروازہ کھولو اور باہر نکلو، کسی کو نہیں مارا جائے گا۔ مصطفیٰ ،جوان مجاہدین کا رہنما تھا، وہ جانتا تھا کہ شہادت کا لمحہ قریب آگیا ہے۔

مصطفیٰ نے اپنے دوستوں کے ساتھ دروازہ کھولا اور باہر نکلا، ان کے ہاتھ میں دستی بم تھا۔ امریکی فوجی اس کے گرد جمع ہوگئے، اور مصطفیٰ کی تصویر اٹھائی، انہوں نے ایک بار مصطفیٰ کو دیکھا اور پھر تصویر کو دیکھا، جاسوس نے امریکیوں سے کہا کہ یہی مصطفیٰ ہے، امریکی فوجیوں نے مصطفیٰ اور اس کے دوستوں پر فائرنگ کردی، جب مصطفیٰ نیچے کی طرف گرا تو اس کے ہاتھ میں تھامے ہوئے دستی بم پھٹ گیا، اور ایک زوردار دھماکہ ہوا، مصطفیٰ نے اپنی شہادت کے بعد بھی اپنے اور اپنے دوستوں کا بدلہ لیا۔ موقع پر متعدد امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

علاقہ مکینوں کا کہنا ہے کہ دھماکے کے بعد امریکیوں نے چیخنا شروع کردیا۔ صبح جب لوگ اپنے گھروں سے باہر نکلے تو راستے پر خون کی قطاریں لگ گئی تھیں، جہاں ان کے ہیلی کاپٹر اترے تھے وہاں تک مکمل راستہ خون آلود تھا، یہ امریکی وحشیوں کے زخمیوں کے خون کے نشانات تھے۔

اس واقعے کے بعد امریکی فوجی اس گھر کے صحن میں داخل ہوئے، جہاں مجاہدین ٹھہرے تھے۔ امریکی درندوں نے حاجی وکیل کے خاندان کے بارہ افراد، جن میں ان کی اہلیہ، بچے، جوان بیٹے اور بیٹیاں شامل تھیں، کو بے دردی سے شہید کردیا اور خود حاجی وکیل زخمی ہوگئے۔ حاجی وکیل کا کہنا ہے کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا، اسی دوران افغان کمانڈو آیا اور مجھ سے کہا کہ تم طالبان کو اپنے گھر میں ٹھہراتے ہو تو آپ کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ حاجی وکیل اور ان کی ایک چھوٹی بیٹی زندہ بچ گئے۔ باقی اہل خانہ طالبان کو کھانا دینے کے جرم کی پاداش میں شہید ہوگئے۔

ہمارے گاؤں میں اس وقت کربلا کا منظر تھا، گھر کے صحن میں خون کا سیلاب آرہا تھا، بڑے اور چھوٹے خون میں لت پت تھے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ ان بدبخت درندہ صفت امریکی فوجیوں نے کتنی سفاکیت کے ساتھ کسی عام افغان کے اہل خانہ کو گاؤں کے لوگوں کے سامنے درندگی کا نشانہ بنایا، ان کا جرم صرف یہ تھا کہ ایک مجاہد اور مسلمان کو اپنے گھر پر کھانا کھلایا تھا۔

ہمارے شہداء کی کرامت:

دوپہر کے وقت خوگیانی سے مصطفیٰ کے ساتھی آئے، مصطفیٰ اور دوسرے مجاہد کی لاشوں کو گاڑی میں ڈال دیا اور ان کے اوپر ایک کمبل بچھایا۔ تدفین کے لئے جب وہ خوگیانی پہنچ گئے تو کیا منظر دیکھا، ان دونوں شہدا نے ایک دوسرے کو گلے سے لگایا تھا اور ہاتھ سے مضبوط پکڑا تھا۔ لوگوں نے ان کو الگ کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن ان کی کوشش بارآور ثابت نہیں ہوئی۔ آخر دونوں کو ایک قبر میں دفن کردیا گیا۔

ان کی شہادت کے تین سال بعد بارش سے ان کی قبر کو تھوڑا سا نقصان پہنچا، ان کے اہل خانہ نے انہیں یہاں سے کہیں اور منتقل کرنے کے لئے قبر کشائی کی تو ان کے جسم سے تازہ خون بہہ رہا تھا اور وہ دونوں شہداء تروتازہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

بین الافغان مذاکرات کی راہ میں کون رکاوٹ ہے؟

ہمایوں عیسیٰ خیل

امارت اسلامیہ اور امریکہ کے درمیان پہلی بار 12 اکتوبر 2018 کو امن مذاکرات شروع ہوئے۔ جب یہ مذاکرات شروع ہوئے تو کابل انتظامیہ اور اشرف غنی نے نئی سازشوں کا آغاز کیا اور ان مذاکرات کے خلاف نت نئے حربے اور مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے۔

انہوں نے ٹرمپ کو متعدد بار خفیہ خطوط بھیجنے کا حربہ استعمال کیا اور منت سماجت کی کہ کہ ہم آپ کے اخراجات کم کردیں گے لیکن براہ کرم آپ افغانستان سے تمام فوجیوں کے انخلا کا فیصلہ نہ کریں۔ اس خط کی خبر نیویارک ٹائمز نے شائع کر دی۔ عراقی رہنماؤں نے امریکی فوجیوں کے انخلا کا خیر مقدم کیا لیکن افغانستان میں اشرف غنی نے امریکی افواج کے انخلا پر پریشانی کا اظہار کیا۔

اس کے بعد انہوں نے زلمی خلیل زاد کی سربراہی میں ہونے والے مذاکرات کی مخالفت کی اور امن عمل کو غیر مستحکم کرنے کے لئے امریکی سینیٹ کے ممبروں کو خفیہ خطوط بھیجنے کی سازش بھی کی۔ تیسرے مرحلے پر ان مذاکرات کے دوران امارت اسلامیہ کا پرانا منشور شائع کیا، جس کا مقصد طالبان کو دنیا اور خاص طور پر ٹرمپ کے سامنے شدت پسند گروہ کے طور پر متعارف کروانا تھا تاکہ وہ طالبان کے ساتھ شروع کئے گئے مذاکرات ختم کردیں۔ جب یہ تمام حربے کارگر ثابت نہ ہوئے تو آخرکار انہوں نے خلیل زاد کے قتل کی سازش تیار کی لیکن وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔

جب 29 فروری 2020 کو امن معاہدہ ہوا اور دونوں فریقین کی جانب سے معاہدے پر دستخط ہوئے، تو پوری امت مسلمہ خصوصا مظلوم افغان قوم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور افغانوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی، لیکن یہ منظرنامہ کابل انتظامیہ کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اس نے امن عمل کو سبوتاژ کرنے کے لئے مرحلہ وار حربے استعمال کئے۔

> بین الافغان مذاکرات میں تاخیر کا نتیجہ یہ ہے کہ ان چھ ماہ میں فریقین اور بے گناہ لوگوں کو جتنا نقصان پہنچا ہے، اس کا ذمہ دار کابل انتظامیہ ہے، اس کا اشرف غنی سے حساب لیا جانا چاہیے۔ لیکن مسئلہ کے حل کے لیے اب افغان عوام کو خود اٹھنا ہوگا۔ عوام کو چوکس اور محتاط رہنا چاہئے، دشمن کے جھوٹے پروپیگنڈے پر کان نہ دھریں۔

یہ معاہدہ متعدد شقوں پر مشتمل تھا جس میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ دس مارچ کے بعد بین الافغانی مذاکرات شروع ہوں گے اور قبل ازیں کابل انتظامیہ اپنی جیلوں سے امارت اسلامیہ کے پانچ ہزار قیدیوں کو رہا کرنے کی پابند ہوگی، لیکن کابل انتظامیہ نے پہلے ردعمل میں ان قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار کردیا، پھر خلیل زاد کے حکم پر قیدیوں کو رہا کرنے کا عمل شروع کیا لیکن رہائی کا

یہ عمل معاہدے کے برخلاف نہایت سست رفتاری کا شکار ہے۔

اب اشرف غنی اپنے ذاتی مفادات کی خاطر اور ناجائز اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے امن کوششوں کی مخالفت کر رہا ہے۔ اگرچہ وہ برملا امن عمل کی مخالفت نہیں کر سکتا لیکن عملی طور پر ان کے تمام اقدامات امن کے خلاف ہیں، فارسی زبان کی ایک کہاوت ہے کہ نہ انکار می کنم ونہ این کار می کنم۔

لہذا اب وہ سورج کو دو انگلیوں سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے، اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے۔ وہ اپنے اقتدار اور مفادات کی خاطر امن عمل میں تاخیری حربے استعمال کر رہا ہے اور کسی بہانے کی تلاش میں ہے۔

ان کے مختلف قسم کے بیانات سامنے آتے رہتے ہیں۔ طالبان نے پرتشدد کارروائیوں میں اضافہ کیا۔ طالبان کے اب بھی القاعدہ سے گہرے تعلقات ہیں۔ شہری ہلاکتوں کے ذمہ دار طالبان ہیں۔ کبھی کہتا ہے کہ چار سو قیدیوں کو رہا نہیں کروں گا کیونکہ وہ مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ کبھی افغان فورسز کی ہلاکتوں کے اعداد و شمار کئی گنا بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ کبھی عوامی مقامات جیسے اسپتالوں اور بازاروں کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور پھر ان کا الزام طالبان پر لگایا جاتا ہے تاکہ وہ طالبان کو اپنے آقا امریکہ اور دنیا کی سلامتی کے لئے خطرناک گروہ کے طور پر پیش کر سکیں۔ کبھی تلخ لہجے میں کہتا ہے: لوگ مسلط کردہ امن نہیں چاہتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم افغانوں کو امن کی ضرورت ہے۔ کبھی ایسے بیانات کو ہوا دی جاتی ہے کہ روس نے امریکی فوجیوں کو ہلاک کرنے کے لئے طالبان کو بڑی رقم دی ہے۔ کبھی یہ رپورٹ شائع کی جاتی ہے امریکہ کے ساتھ معاہدے کے خلاف ایک نیا طالبان گروپ تشکیل دیا گیا ہے۔

لیکن ان تمام پروپیگنڈوں کے مقابلے میں ٹرمپ اور نیٹو ایک ہی جواب دہرا رہے ہیں کہ ہمارے لئے اپنی افواج کا انخلا ضروری ہے۔

دوسری طرف کے طالبان کہتے ہیں کہ بین الافغان مذاکرات کی راہ ہموار کرنے کے لئے قیدیوں کی فوری رہائی ضروری ہے۔ انہوں نے عالمی برادری سے معاہدے کی شرائط کی پابندی کرنے کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ طالبان نے اپنی کارروائیوں میں 70٪ کمی کردی ہے۔

اس معاہدے کے تقریباً 6 ماہ مکمل ہوگئے ہیں لیکن فریق مخالف نے ابھی تک معاہدے کی پہلی شق پر بھی عمل درآمد نہیں کیا ہے۔ اگر اس عمل پر تیزی سے کام کیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ اب تک بین الافغان مذاکرات نتیجہ خیز ثابت ہو چکے ہوتے۔ اگر اشرف غنی کو واقعی امن عمل میں دلچسپی ہے تو انہیں قیدیوں کی رہائی کا عمل جلد از جلد مکمل کرنا ہوگا۔

بین الافغان مذاکرات میں تاخیر کا نتیجہ یہ ہے کہ ان چھ ماہ میں فریقین اور بے گناہ لوگوں کو جتنا نقصان پہنچا ہے، اس کا ذمہ دار کابل انتظامیہ ہے، اس کا اشرف غنی سے حساب لیا جانا چاہیے۔ لیکن مسئلہ کے حل کے لیے اب افغان عوام کو خود اٹھنا ہوگا۔ عوام کو چوکس اور محتاط رہنا چاہئے، دشمن کے جھوٹے پروپیگنڈے پر کان نہ دھریں۔

ان تمام بحرانوں کا ذمہ دار کابل انتظامیہ کو ٹھہرائیں اور اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ یہ سوال اٹھائیں کہ جنگ کی آگ کو ہوا دینے کی کوشش کیوں کی جارہی ہے؟ غریب قوم پر تمہیں رحم کب آئے گا؟ امن سے اتنا خوف کیوں ہے؟ ان تمام ہتھکنڈوں کے باوجود ہمیں توقع ہے کہ جلد یا بدیر ملک میں دیرپا امن آئے گا۔

قومی مصالحتی کونسل کی تشکیل اور نئے اختلافات

سیف العادل احرار

فراڈ الیکشن اور اس کے متنازع نتائج کے اعلان کے بعد جب ملک کے اندر سیاسی افرا تفری پھیل گئی تو امریکی دباو اور مداخلت کے نتیجے میں اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ کے درمیان شراکت اقتدار کے فارمولہ پر مفاہمت ہوئی، جس کے مطابق اقتدار کو ففٹی ففٹی تقسیم کرنے کے علاوہ ڈاکٹر عبداللہ کو قومی مصالحتی کونسل کا سربراہ مقرر کیا گیا جن کا پروٹوکول اور سرکاری مراعات صدر مملکت کے برابر ہوں گے۔ اعلی کونسل برائے قومی مصالحت ایک ایسا ادارہ ہے جس کے ارکان کی تعداد 21 ہوتی ہے اور جس کا کام طالبان کے نمائندوں کے ساتھ بالمشافہ امن مذاکرات کی نگرانی کرنا ہے اور ملک میں جنگ کے خاتمے اور قیام امن کے لئے قومی اتفاق رائے کو یقینی بنانا ہے۔

شراکت اقتدار کے معاہدے کے تین ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے بعد اشرف غنی نے قومی مصالحتی کونسل کا اعلان کر دیا جس کے نئے ارکان کے ناموں میں سرکردہ سیاست دان، مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنما اور نمایاں مذہبی شخصیات شامل ہیں۔ لیکن اس اعلان کے بعد سابق سربراہ حامد کرزئی، حزب اسلامی کے سربراہ گل بدین حکمت یار اور جمعیت اسلامی کے سربراہ صلاح الدین ربانی نے اس کونسل سے لاتعلقی کا اظہار کیا اور بعد ازاں قومی مصالحتی کونسل کے سربراہ ڈاکٹر عبداللہ نے بھی کونسل کی تشکیل کے حوالے سے اشرف غنی کی قانونی حیثیت کو چیلنج کرتے ہوئے واضح کیا کہ کونسل کی تشکیل کا اختیار ان کے پاس ہے، اشرف غنی کو قانونی طور پر یہ اختیار حاصل نہیں ہے، لہذا وہ تمام سیاسی جماعتوں، علماء کرام اور دیگر نمایاں شخصیات کے ساتھ مشاورت کر رہے ہیں اور جلد جامع اور ہمہ گیر کونسل کا اعلان کریں گے۔

علاوہ ازیں ملک کے دیگر طبقات نے بھی اس پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا، کچھ ارکان نے دعوی کیا کہ اس کونسل میں نوجوانوں اور جنگ سے متاثرہ بڑے صوبوں کی نمائندگی شامل نہیں ہے۔ لیکن ایک خاندان کے دو دو افراد شامل ہیں، یہ لوگ پورے ملک کی نمائندگی نہیں کر سکتے۔ جب کہ کونسل میں شامل کچھ ارکان نے کہا کہ اس حوالے سے ہمیں پتہ ہی نہیں تھا اور نہ ہی ہمارے ساتھ مشاورت کی گئی۔ بیشتر لوگوں نے اس لئے یہ کونسل مسترد کرنے کا اعلان کیا کہ دراصل یہ کونسل مکمل طور سرکاری ادارہ ہے جس میں پارلیمنٹ کے ارکان اور وہ عناصر شامل ہیں جو جنگ پسند ہیں، جو ذاتی مفادات کی وجہ سے ہر موقع پر امن کوششوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔

جن نمایاں شخصیات نے اس کونسل سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس کونسل میں وہ آزادانہ طور پر مفاہمت کے لئے کردار ادا نہیں کر سکتیں اس لئے انہوں نے سرکاری سطح پر تشکیل ہونے والی کونسل سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔ کچھ تجزیہ کاروں کا خیال ہے اگر حالات جوں کے توں رہے تو آہستہ آہستہ سیاستدانوں پر مشتمل ایک نئی کونسل معرض وجود میں آسکتی ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بین الافغان مذاکرات شروع کرنے کی راہ میں مزید تاخیری حربے استعمال کرنے کے لئے اشرف غنی نے متنازع کونسل تشکیل دی۔

لندن میں سینئر وکیل عزیز معارج ایڈوکیٹ نے اس کونسل کی تشکیل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کونسل کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے، نہ ملکی آئین میں اس کی کوئی بنیاد ہے اور نہ ہی اس حکومت کی کوئی قانونی حیثیت ہے، غیر قانونی حکومت کے غیر قانونی اقدامات قوم کے لئے قابل قبول نہیں ہیں، صرف امریکہ کی فرمائش پر یہ اقدام اٹھایا گیا جو عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش ہے۔ قوم کے غدار عناصر برسراقتدار ہیں، ان سے امن اور خیر کی توقعات وابستہ کرنا دانشمندی نہیں ہے۔

سینئر وکیل معارج نے حامد کرزئی، گل بدین حکمتیار اور صلاح الدین ربانی کی

جانب سے اس کونسل سے لاتعلقی کے اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کرزئی کسی صورت بھی ڈاکٹر عبداللہ کی سربراہی میں کام نہیں کریں گے، کیوں کہ وہ تیرا سال تک اس ملک کے سربراہ رہے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ نام نہاد ادارہ ہے جس میں ہم آزادانہ طور پر ہرگز کام نہیں کر سکتے ہیں۔

گل بدین حکمتیار تو شروع سے کابل انتظامیہ کو بطور حکومت تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ اس کو کابل انتظامیہ کے نام سے ایک کٹھ پتلی ادارہ قرار دیتے ہیں جب کہ صلاح الدین ربانی تو ڈاکٹر عبداللہ اور اشرف غنی کے شراکت اقتدار کے فارمولہ کا سرے سے مخالف ہے۔

خوشگوار حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک جانب اتحادی حکومت میں شدید اختلافات موجود ہیں جب کہ دوسری جانب کابل انتظامیہ اور سیاست دانوں کے درمیان بھی فاصلے بڑھ رہے ہیں، اس صورتحال میں کہ جب وہ خود ایک پیج پر نہیں ہیں تو وہ طالبان کے ساتھ کیسے مذاکرات کریں گے۔ دراصل کابل انتظامیہ کو قوم، سیاسی جماعتوں اور سماجی تنظیموں کی حمایت حاصل نہیں ہے، اس کا نظام بوسیدہ اور ڈھانچہ کمزور ہے، اس حوالے سے گزشتہ روز سیگار نے جو رپورٹ پیش کی ہے وہ کابل حکام کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ افغان فورسز میں پچاس فیصد سے زائد اہل کار منشیات کے عادی ہیں جب کہ پچاس سے ستر فیصد تک بوگس بھرتیاں ہوئی ہیں جن کے نام پر تنخواہیں وصول کی جاتی ہیں جب کہ حقیقت میں ان کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

اس کونسل کی تشکیل پر حزب اسلامی کے سربراہ گل بدین حکمتیار نے ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ کابل انتظامیہ کے بغیر ملک کی تمام مشہور سیاسی جماعتیں اور نمایاں شخصیات پر مشتمل ایک ہمہ گیر ٹیم کی تشکیل پر غور و خوض ہو رہا ہے جو امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم کے ساتھ براہ راست مذاکرات کرے، اس حوالے سے بعض مصدقہ ذرائع کا کہنا ہے کہ حامد کرزئی، گل بدین حکمتیار اور دیگر اہم شخصیات طالبان کے ساتھ رابطے میں ہیں، قطر دفتر کے رہنماؤں کے ساتھ حامد کرزئی، گل بدین حکمت یار، ڈاکٹر عبداللہ، دوستم کے بیٹے، کمانڈر اسماعیل خان، عطا محمد نور اور کابل انتظامیہ میں شامل دیگر اعلیٰ حکام نے انفرادی طور پر رابطے کئے ہیں اور ان میں سے بعض رہنماؤں کی ملاقاتیں بھی ہو چکی ہیں۔ امن عمل کی مخالفت کے بعد سب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی امن منصوبہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے لہٰذا وہ اس کونسل سے لاتعلقی کا اظہار اور قطر دفتر کے ساتھ براہ براست رابطے کر رہے ہیں۔

کابل حکام نے امن کے نام پر مراعات حاصل کرنے کے لئے چار ادارے قائم کئے ہیں، جن میں مصالحتی اعلیٰ کونسل، نمائندہ خصوصی برائے امن، قومی مصالحتی کونسل ہے اور وزارت برائے امن شامل ہیں۔ کرزئی کے دور سے امن کے نام پر اربوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں لیکن عملی طور پر انہوں نے قیام امن کے لئے کوئی مخلصانہ قدم نہیں اٹھایا ہے کیوں کہ جب ملک پر حملہ آوروں کا قبضہ ہو اس صورت میں قیام امن کا تصور بھی غلط ہے، سب سے پہلے جارحیت کا خاتمہ ضروری ہے اس کے بعد باہم متحارب گروپوں اور دھڑوں کے درمیان مفاہمت ضروری ہے۔ امارت اسلامیہ کی قیادت نے جارحیت کے خاتمے کے لئے قابض امریکہ کے ساتھ کامیاب مزاحمت کی بدولت معاہدہ کیا ہے، جس کے تحت قابض افواج کا انخلا جاری ہے اور اگلے سال مئی تک یہ سلسلہ مکمل ہو جائے گا۔

ملک کے اندر مفاہمت کے لئے بین الافغان مذاکرات جلد شروع ہو جائیں گے، اس کے لئے امارت اسلامیہ کی قیادت نے ملا شیر محمد عباس ستانکزئی کی سربراہی میں 21 رکنی مذاکراتی ٹیم تشکیل دی ہے جس میں رہبری شوریٰ کے 13 ارکان بھی شامل ہیں، اس ٹیم میں شیخ الحدیث مولوی عبدالحکیم، مولوی عبدالکبیر، مولوی نور محمد ثاقب، ملا محمد زاہد احمد زئی، ملا شرین اخوند، ملا عبداللطیف منصور، قاری دین محمد، ملا عبدالسلام حنفی، ملا عبدالمنان عمری، شیخ محمد قاسم ترکمن، ملا محمد فاضل مظلوم، ملا نور اللہ نوری، ملا عبدالحق وثیق، مولوی مطیع الحق خالص، ملا محمد انس حقانی، ملا محمد نبی عمری، محمد سہیل شاہین، ملا خیر اللہ خیر خواہ، مولوی شہاب الدین دلاور اور مولوی فرید شامل ہیں۔ یہ ٹیم نہایت تجربہ کار اور مضبوط اشخاص پر مشتمل ہے جس سے پوری قوم کی امیدیں اور توقعات وابستہ ہیں۔ ملک کی آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اللہ تعالیٰ ان کی کوششیں اور خدمات قبول فرمائے۔

میرے والد، ایک تاریخ ساز شخص

انس حقانی

ایک لکھاری کے لیے سب سے مشکل کام اپنے بارے میں لکھنا ہوتا ہے۔اس لیے کافی عرصہ سے میرے دل میں تھا کہ مرحوم والد صاحب کے بارے میں کچھ لکھ دوں، پھر سوچتا کہ وہ تو میرے اپنے ہی والد ہیں اور ان کے حق میں میری تحریری کو لوگ ایک بیٹے کی اپنے باپ کے بارے میں مبالغہ آرائی قرار دیں گے۔

آج والد صاحب کے بارے میں لکھنے کا ارادہ اس لئے کیا کہ آج دوستوں کے علاوہ دشمنوں کو بھی حقائق نظر آچکے ہیں، تو پھر کیوں مجھ پر مبالغہ آرائی کا الزام لگے۔ایک دن یہاں ایک اعلی سطحی غیر ملکی عہدیدار کے ساتھ بیٹھا تھا۔وہ بہت کھلے الفاظ میں بول رہا تھا، دوسروں کی طرح سیاسی گفتگو نہیں کر رہا تھا بلکہ بالکل واضح انداز میں بات کر رہا تھا۔

جب ہمارا ان سے تعارف ہوا تو اس نے کہا کہ "مجھے اس پر فخر ہے کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوں کہ جنہوں نے تاریخ مرتب کی ہے۔ آپ کے دوست و دشمن دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ حقانی خاندان ایک تاریخ ساز خاندان ہے"۔

یہ فخر ہمیں ہمارے عظیم والد صاحب اور دوسرے اکابرین جہاد نے بخشا ہے۔ کچھ لوگ میرے والد محترم کا نام سنتے ہی ڈر جاتے ہیں۔اسی مناسبت سے بگرام جیل کا ایک واقعہ آپ کو بتاتا چلوں۔

میری گرفتاری کے بعد جیل میں مجھے کچھ دن بیت چکے تھے۔ میں ۹۰ نمبر بیرک میں اکیلا تھا۔ سیکیورٹی حکام قیدیوں کو دھوکہ دینے کے لئے انسانی حقوق کی تنظیموں کے نمائندے کے نام پر سول کپڑوں میں اپنے اہلکاروں کو قیدیوں کے پاس بھیج دیتے۔ جن لوگوں پر ظلم ہوا ہوتا، ان سے ان کے حالات پوچھے جاتے۔ جو قیدی سیکیورٹی اہلکاروں کی شکایت کرتا اس پر دوسری مرتبہ پھر تشدد کیا جاتا اور شکایات کی سخت سزادی جاتی۔

ایسا ہی ایک اہلکار ان بیرکوں میں گھومتا ہوا میرے پاس پہنچا۔ وہ مجھے جانتا نہیں تھا۔اسے معلوم بھی نہیں تھا کہ انس حقانی اس بیرک میں ہے۔ وہ میرے پاس بھی آیا۔ دروازہ آہستہ سے بند کیا۔ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر قلم نکالا۔ کہا کہ آپ کا کوئی ایسا مسئلہ جو آپ ہمیں بتائیں؟ آپ کو آئے ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں؟ آپ پر کوئی تشدد تو نہیں ہوا؟

میں سمجھ گیا یہ بھی جاسوس ہے۔ اور یہ غلطی سے میرے پاس آیا ہے اس لئے کہ اس طرح کے بہروپیے میرے پاس نہیں آتے تھے۔

میں ہنس پڑا اور ان سے کہا کہ اگر مجھے کوئی مسئلہ ہو بھی تو آپ اسے حل نہیں کر سکیں۔اس نے کہا کہ آپ بتادیں میں کوشش کروں گا۔ میں نے ان سے کہا کہ باقی باتیں چھوڑو بس اتنا کر لو کہ مجھے اپنے دوسرے دوستوں کے پاس بھیج دو، ہمیں کیوں علیحدہ رکھا گیا ہے۔اس نے کہا کہ کون ہے وہ، میں نے کہا کہ حافظ رشید۔

کہا کہ آپ کا جرم کیا ہے؟ میں پھر ہنس پڑا اور کہا کہ جرم!؟

کہا کہ ہاں.... جرم

میں نے کہا: میں اپنے والد کے جرم کی پاداش میں گرفتار ہوا ہوں

آپ کے والد کیا کام کرتے ہیں؟

میں نے جواب دیاوہ تو امریکہ اور امریکہ کے غلاموں کا دشمن ہے۔

پوچھا کیا نام ہے ان کا؟

میں نے کہا جلال الدین حقانی۔

آپ یقین کریں جلال الدین حقانی کا نام سنتے ہی اس آدمی کا رنگ ایسے اڑا کہ جیسے کسی کی گردن پر موت کی تیز دھار تلوار رکھ دی جائے۔ سیدھا کھڑا ہو گیا اور خوفزدہ ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔ دروازے کی طرف اسی طرح ایڑیوں کے بل پیچھے گیا۔ دور ہی سے دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں پیچھے سے ہی حملہ نہ کر دوں اور پلک جھپکنے میں غائب ہو گیا۔

اس واقعہ نے مجھے بہت ہنسایا۔ اس بات پر رب تعالی کا شکر بھی ادا کیا کہ تیرے والد کے نام سے دین اور وطن کے دشمن کتنے ڈرتے ہیں کہ ہتھکڑی میں بندھے ہوئے انس کو قید خانہ میں اکیلے ہی چھوڑ دیا۔

جب والد صاحب کی وفات کی خبر مشہور ہو گئی تو میں بگرام جیل کی واش روم نما بیرکوں میں تھا۔ امریکیوں نے مجھے خبر دینے کے لئے میرے ماموں حاجی ملک خان صاحب کو میرے پاس بھیجا۔ واقعہ تو کافی لمبا ہے، مجھے خبر دینے کے بعد امریکی کرنل نے کہا: اگرچہ حقانی ہمارا سخت ترین دشمن تھا اور ہمارے فوجی بھی انہوں نے

بہت مارے ہیں، لیکن ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اپنے وطن کا سچا عاشق اور بہادر آدمی تھا۔ ہمیشہ اپنے وطن کے دفاع میں لڑا۔ وہ ایسا جنگجو تھا کہ کبھی بھی اپنے موقف اور پوزیشن سے پیچھے نہیں ہٹا۔

والد صاحب کی زندگی میں عجیب و غریب چیزیں دیکھنے کو ملیں۔ ہمیں علمی تربیت دیتے تھے۔ جب بھی ان سے ملنے جاتے تو ہمیں تعلیم و تعلم کی تلقین فرماتے اور فرماتے کہ اگر آپ کے پاس علم ہوگا تو آپ حق اور باطل کو اور سیاہ سفید کو خوب سمجھ سکیں گے۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ نوجوان جذباتی ہوتے ہیں، جنگ اور سیاست میں جلد بازی کرتے ہیں۔

ہاں دیکھو! افغانستان میں جب بھی سیاست کرنا چاہو تو موقع مل جائے گا لیکن علم کا وقت جوانی کا زمانہ ہے۔ آپ ایک مرتبہ تعلیم حاصل کریں پھر ہر کام آپ کے لئے آسان ہوگا۔ لیکن عہدوں اور منصبوں سے اپنے آپ کو دور رکھو۔ اس لیے کہ دنیا میں بڑے امتحان میں وہی لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو منصب والے ہوتے ہیں۔

انہیں کافروں اور جابروں سے سخت نفرت تھی اور اپنے وطن کے لوگوں سے بہت زیادہ محبت تھی۔

والد محترم فرمایا کرتے کہ عام لوگ کتنی بھی بڑی غلطی کریں، آپ ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ اگرچہ وہ آپ کے دوستوں یا اقارب کے قاتل ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر اصلاح اور افہام و تفہیم سے بات ممکن ہو تو اپنے زخموں پر مرہم رکھ کر، صبر کا دامن تھامیں اور اپنے لوگوں کو اپنا بنائیں۔

حملہ آوروں سے اتنی سخت عداوت تھی کہ ایک دن ہم چند افراد مغرب کے وقت ان کے پاس چلے گئے۔ وہ نماز پڑھ چکے تھے اور اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ سخت بیمار بھی تھے۔ دل سے خوب روئے۔ ایک دوست نے تسلی دلاسہ بھی دیا۔ اس دوران میں نے تکلیف کا سبب پوچھا۔ مرحوم والد صاحب نے کہا کہ روسیوں کو تو میں نے اپنے ہاتھوں سے مارا لیکن امریکیوں کو اپنے ہاتھوں سے نہ مار سکا۔ انہوں نے ہمارے لوگوں پر بہت ظلم ڈھایا ہے۔ ہمارے دین کی بے حرمتی کی ہے۔ اب اس پر روتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نکل جائیں اور میں داعی اجل کو لبیک کہوں اور ان کو مار کر اپنا دل کلیجہ ٹھنڈا نہ کر سکوں۔ بیٹھے ہوئے تمام افراد حیران رہ گئے۔

ایک دوست نے تسلی دینے کی غرض سے کہا کہ حاجی صاحب آپ ناراض مت ہوں، آپ کے حکم سے ہم نے اتنے حملہ آور مارے ہیں کہ اب ان کی گنتی مشکل ہوگئی ہے۔ اور آپ تو اب بھی امریکی مار سکتے ہیں وہ اس طرح کہ ہم آپ کو کندھوں پر اٹھائیں اور آپ ان پر فائرنگ کریں۔

یہ بات سن کر بڑے خوش ہوئے اور ہنس پڑے۔ کہا کہ نہ تو مجھے منصب کا شوق ہے اور نہ ہی دنیا کا کوئی شوق، مزید فرمایا کہ آزادی کے دن بھی دیکھے ہیں۔ یہ دنیادار لوگ مجھے کافروں کی بادشاہی کی پیش کش کر رہے تھے، لیکن ذلت کے اقتدار سے مٹی کے بنے ہوئے ان کچے مکانوں میں زندگی گزارنے کو بہتر سمجھا۔ افغانستان کے مظلوم اور بے کس و بے سہارا عوام پر بہت دل دُکھتا ہے۔ ان لوگوں نے بہت زیادہ تکلیفیں جھیلیں۔ یہ میری تمنا ہے کی یہ مظلوم قوم اسلامی نظام کے سائے تلے امن اور آرام کی زندگی بسر کرے اور کافروں اور ظالموں کے پنجوں سے آزاد ہو جائے۔

آپ کے قریبی ساتھی اور شاگرد شہید احمد جان غزنوی نے ان سے عرض کیا کہ آپ نے پہلے کہا کہ دنیا والوں نے مجھے بادشاہت کی پیشکش کی، یہ کیا ماجرہ ہے اس کا واقعہ ذرا بتادیں۔ والد صاحب نے کہا جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے معروف شخصیات کے ساتھ رابطے کیے۔ ہمیں بھی مختلف واسطوں کے ذریعے پیغامات بھیجے۔ ہم نے کوئی توجہ نہیں دی۔ لیکن جب میں آخری مرتبہ بحیثیت وزیر برائے سرحدات، ایک وفد کے ساتھ پاکستان گیا، وہاں ہم نے مختلف اجلاسیں کیں۔ امریکہ کے اعلیٰ سطحی وفد سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔

امریکیوں نے اپنی گفتگو کا آغاز کچھ اس طرح کیا اور یہ تاثر دیا کہ جیسے ہم ان کے دوست ہوں۔ میں ان کو غور سے سنتا رہا۔ امریکی وفد نے کہا کہ ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم اپنے امن اور مفاد کی خاطر دہشت گردوں اور ان کی حمایت کرنے والوں کے خلاف افغانستان پر چڑھائی کریں۔

انہوں نے ظلم کیا ہے اور اب ضروری ہے کہ ان کا یہ نظام ختم ہو جائے اور اس نظام کی جگہ دوسرا نظام آجائے۔ اب ہمارا منصوبہ اور ہماری حکومت کا انتخاب یہ ہے کہ آپ طالبان کی دوستی چھوڑ دیں۔ ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ آپ ایک قومی شخصیت ہیں۔ افغان صرف آپ پر اعتماد کرتے ہیں، آپ روس کے خلاف لڑ چکے ہیں اور پھر مجاہدین کے درمیان بھی مصالحت اور مذاکرات کے لیے کافی روشن تاریخ رکھتے ہیں۔

ہمارا ارادہ ہے کہ آنے والے نظام کی سربراہی آپ کو سونپ دیں۔ اگر مزید کسی چیز کی ضرورت ہو تو ہم سے کہہ دیجئے۔

کہتے ہیں اس وقت میں نے سوچا کہ اتنے سالوں کی جدوجہد، جہاد، ہجرتوں، زخموں اور شہادتوں کے بعد بھی یہ لوگ آپ کو امتحان میں ڈال رہے ہیں۔ آپ کا ایمان خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ان کی بڑی بڑی پیش کشوں کے سامنے دل ذرے کے برابر بھی ان کی طرف مائل نہ ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کی باتیں مکمل ہوگئیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے جلدی جلدی سے

اپنے کاغذ قلم نکال لئے، اور لکھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ میں نے کہا آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں کہ حقانی صرف ایک سلطنت کے بدلے میں اپنی قوم وملت کے ساتھ غداری اور خیانت کرے گا؟ شہداء کے ارمانوں کو خاک میں ملادے گا؟ یہ کبھی بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کو واضح الفاظ میں کہہ دیتا ہوں، غور سے سن لو، ٹھیک ٹھیک اسی طرح اپنے بڑوں تک بھی یہ بات پہنچادو کہ افغانستان پر حملہ کرنے کا ارادہ اپنے دلوں سے نکال دیں، اس لیے کہ یہ آپ کے لیے بہت بڑے نقصان کا باعث بنے گا۔ مذاکرات کے ذریعہ سے مسائل حل کرنے کی کوشش کریں اگر کہیں آپ نے افغانستان پر حملہ کر دیا تو میں آپ کو اسی بندوق سے نشانہ بناؤں گا جس سے روسیوں کو مارا تھا۔ ان کے چہرے بدل گئے، وہ حیران ہو کر رہ گئے۔ میں نے بھی بات ختم کر دی، فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف چل پڑا، پھر دروازے سے ان کو آواز دی کہ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ صحیح طرح سے سمجھ چکے ہوں گے۔

مہینہ یا اس سے کم کا عرصہ نہیں گزرا تھا کہ کروز میزائلوں سے ہمارے پکتیا کے مرکزوں کو نشانہ بنایا۔ پھر اس کے بعد مختلف واسطوں سے پیغامات بھیجے اور کہا کہ جو کچھ مانگنا ہے وہ آپ کو دے دیں گے، لیکن ہر وقت میں نے ان کو سخت جواب دیا ہے۔ میں اللہ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ میرے بچے امریکا کی گولیوں کا نشانہ بن کر شہید ہو چکے ہیں۔ اس لیے میں اپنے شہداء ساتھیوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں اور اس وجہ سے کفار کے ساتھ میری عداوت اور نفرت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

میرے والد صاحب کے حالات پر جب غور و فکر کرتا ہوں تو واقعی عظیم عبقری شخصیت تھے۔ سخت بیماری میں بھی عبادت نہیں چھوڑتے، ہم ان سے کہتے آپ کو آرام کی ضرورت ہے لیکن پھر جب دیکھتے وہ تہجد کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے ہوتے۔ قرآن کریم کی تلاوت کبھی نہیں چھوڑتے۔ یہاں تک کہ آخری عمر میں فالج کی بیماری کی وجہ سے ایک ہاتھ شل ہو چکا تھا۔ ساتھی ان کے لیے ٹیپ ریکارڈر میں تلاوت قرآن لگا دیتے۔ جتنی عبادت وہ کیا کرتے تھے اگر میں قسم بھی کھالوں تو حانث نہیں ہوں گا کہ ان کے جیسا عابد انسان میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا!

ایک دن میں کچھ بھائیوں کے ساتھ ان سے ملنے گیا، تو کچھ ناراض سے لگ رہے تھے۔ ہم نے حالت پوچھی تو آپ رو پڑے اور ان کے ساتھ ہم بھی رو پڑے۔ بڑے بھائی نے پوچھا کہ ابا جان کیا بات ہے؟ فرمایا کہ اس ڈر سے رو رہا ہوں کہ میرا خاتمہ کس طرح ہوگا؟

سبحان اللہ! اتنی عبادات و جہاد اور تکالیف کے باوجود بھی اپنے خاتمے کا ڈر تھا۔ ہم نے جب ان کو تسلی دی تو انہوں نے کہا کہ جب میں اپنے ان ساتھیوں کو دیکھتا ہوں جو پچھلے جہاد میں میرے ساتھ شریک تھے وہ موت کے ڈر سے اور دنیا کی لالچ میں اپنی غیرت اور وجدان بیچ چکے ہیں اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کہیں میرا خاتمہ بھی خراب نہ کردے۔ کاش کہ میرے جہاد کے وہ ساتھی اب بھی سمجھ چکے ہوتے اور کفر کی دوستی چھوڑ دیتے۔

آپ کی باتیں واقعی حیرت ناک ہوتی تھیں۔ جیل میں، میں نے ان باتوں پر کافی غور و خوض کیا۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہمیشہ اپنے خاتمے کے ڈر سے روتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ان کو اپنے نیک اعمال کے بارے میں بھی علم ہوتا ہے لیکن خاتمہ کیسے ہوگا؟ یہ کسی کو بھی معلوم نہیں۔

مجھ سے اکثر اوقات علمی بحث و مباحثہ کرتے، مجھے تعلیم کی بہت زیادہ ترغیب دیتے، میں جب بھی ان کے پاس جاتا تو جو بھی کتاب ان کو چاہیے ہوتی تو اس کا حکم دیتے اور فرماتے کہ آئندہ آتے ہوئے میری کتابوں میں سے وہ کتاب لے کر آنا۔

حافظہ ان کا اتنا قوی تھا کہ کتابوں کا رنگ بھی ان کو یاد تھا، میں جب کسی مسئلہ کے بارے میں ان سے پوچھتا تو فوراً ہی کتاب کا نام بتا دیتے اور کہتے کہ جلد نمبر فلاں اور باب نمبر فلاں میں دیکھ لو۔

آخر عمر میں ہم سے کہتے کہ میں آپ لوگوں کے لیے میراث میں اللہ کا دین چھوڑتا ہوں۔ اگر آپ دین کو پیچھے چھوڑ کر دنیا کی طرف چل پڑے تو اللہ کو بھی ناراض کیا اور مجھے بھی اور اگر دنیا کو پیچھے چھوڑ کر دین کی طرف چل پڑے تو سمجھ لو کہ اللہ کو بھی راضی کر دیا اور مجھے بھی۔

اپنی لائبریری اور مجاہدین کے بارے میں مجھے یہ وصیت کی یہ ضائع نہ ہوں۔ ان کا خیال رکھنا۔ ایک سمجھ دار آدمی نے ایک دن مجھ سے کہا کہ بعض لوگ تو صرف باتیں بناتے ہیں اور اور بعض شخصیات تاریخ ساز ہوتی ہیں۔ آپ کے والد محترم ایک تاریخ ساز شخصیت ہیں جنہوں نے تاریخ رقم کردی۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی ساری یادیں میرے پاس ہیں کہ اگر ان کو ترتیب دی جائے تو پوری ایک کتاب بن جائے۔

اللہ تعالیٰ والد مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ آپ نے ہمارے لیے اور امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم اور شاندار تاریخ رقم کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو اس تاریخ کی حفاظت اور نگہداشت کی توفیق عطا فرمائے۔

استقلال کی سرگزشت

عبد الستار سعید

رواں سال کو اگست کی سترہ تاریخ پر افغانستان کے استقلال کو 101 سال مکمل ہو گئے۔ایک صدی سے کچھ زیادہ عرصہ پہلے ہمارے غیور اسلاف نے اپنی تلوار اور مضبوط ایمان کے زور پر انگریزی استعمار سے آزادی حاصل کی۔یہ سمجھنا کہ ہمارا استقلال اور ہماری آزادی انگریز نے کس طرح غصب کی؟ انگریز نے افغانستان پر کس طرح چڑھائی کی؟ پھر ہماری مجاہد قوم نے کس طرح جہاد کیا اور کس طرح سے دوبارہ اپنی آزادی حاصل کی؟ اس تاریخی پس منظر کو مختصر انداز میں واضح کریں گے امید ہے موضوع کو نمایاں کرنے کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

سن 1747ء میں احمد شاہ ابدالی نے معاصر افغانستان کی بنیاد ڈالی اور اپنے 26 سالہ دورِ اقتدار میں ملک کی حدود مغرب میں مشہد، جنوب میں بحیرہ عرب، مشرق میں لاہور سے آگے سرہند اور شمال میں بخارا تک پھیلا دیں۔ احمد شاہ ابدالی کی اولاد نے انیسویں صدی کی ابتداء تک افغانستان کی حدود کو محفوظ رکھا۔ مگر یہ عظیم الشان گہوارہ اس وقت خطرات سے دوچار ہوا جب گھر کے اندر ہی یورش سر اٹھانے لگی اور سدوزئی قبیلہ کے شہزادوں کی محمد زئیوں سے چپقلش بڑھنے لگی۔

انگریزی استعمار:

انگلستان یا برطانیہ یورپ کے شمال مغرب میں واقع ایک جزیرہ ہے۔ چار صدیاں قبل یورپی استعمار کی ابتداء کے ساتھ برطانیہ نے بھی اپنی یلغار شروع کردی۔ برطانیہ نے اپنی توجہ افریقا، امریکا، آسٹریلیا اور ہند کی طرف کردی۔ اٹھارویں صدی کے دوران برطانیہ انڈیا کی جنوب سے شمال اور مغرب کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ میسور اور دکن کی ریاستوں کو منہدم کرتے ہوئے وہاں اپنا استعماری پنجہ مضبوط کر دیا۔ اس وقت جب ہندوستان میں سلطنتِ بابری زندگی کی آخری سانسیں لے رہی تھی۔ برصغیر میں انگریز اور رنجیت سنگھ کی سربراہی میں دو قوتیں مسلمانوں کو دبانے کے لیے برسرِپیکار اور متحد ہو کر افغانستان کو استعمار کا شکار بنانے کے لیے بے تاب تھیں۔ انگریزوں کی خواہش تھی کہ افغانستان کو بھی دیگر مقبوضہ ممالک کی طرح غلام بنائے اور اس غیور قوم کو نصرانیت اور استعماریت کی دلدل میں پھنسا کر اپنے غلاموں کی لسٹ میں اس غیور ملک کا اضافہ کرے۔

انگریز کی پہلی یلغار

1818ء میں احمد شاہ ابدالی کے پڑپوتے شہزادہ کامران کے ہاتھوں محمد زئی قبیلہ کے وزیر فتح خان کے قتل نے ملک میں بدامنی اور خانہ جنگی کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ محمد زئی قبیلہ کا یہ خاندان احمد شاہ ابدالی کے دور سے ملک میں بڑا اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ وزیر فتح خان احمد شاہ ابدالی کے پوتے محمود کے زمانہ میں بحیثیت وزیر اعظم منتخب ہو گئے تھے اور انہوں نے اکثر صوبوں میں اپنے بھائیوں کو گورنر بنا دیا تھا۔ وزیر فتح خان کے وسیع اختیارات نے شہزادہ کامران کو اس کے خلاف ابھارا اور اسی بنیاد پر اس کے خلاف سازشیں بنا کر اسے قتل کر دیا۔ وزیر فتح خان کے قتل کے ساتھ ہی ان کے بھائیوں نے ملک گیر مسلح تحریک شروع کی جس کے نتیجہ میں سوائے ہرات کے تمام علاقہ جات احمد شاہ ابدالی کے خاندان سے چھین لیے۔ اس طرح افغانستان کا اقتدار سدوزئی قبیلہ سے محمد زئی قبیلہ میں منتقل ہوا اور وزیر فتح خان کا بھائی دوست محمد خان افغانستان کے حاکم اعلیٰ بن گئے۔

انگریز نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے سکھوں کی گٹھ جوڑ سے افغانستان کی اندرونی معاملات میں مداخلت شروع کردی۔ سدوزئی قبیلہ کے ایک فرد "شاہ شجاع" نے اپنی ہاری ہوئی بادشاہت دوبارہ حاصل کرنے کے لیے انگریز اور سکھ دربار پر دستک دی۔ تاکہ کسی طرح اپنی موروثی بادشاہت دوبارہ حاصل کر سکے۔ انگریز کو افغانستان پر حملہ کے لیے بہانہ درکار تھا اور یہ مناسب بہانہ تھا؛ اس لیے بغیر کسی تاخیر کے 1839 میں شاہ شجاع کو اپنی موروثی بادشاہت دلانے کے بہانے ایک لشکر جرار کے ساتھ افغانستان پر قبضہ کے ارادے سے روانہ کیا۔ یہ لشکر جس کے مسلح فوجیوں کی تعداد 54150 تھی۔ یہ لشکر دسیوں ہزار اونٹوں، جنگی گھوڑوں، ہاتھیوں اور توپوں سمیت مختلف اسلحوں اور وسائل سے مالا مال تھا۔

انگریز لشکر جس میں شاہ شجاع، الگزینڈر اور امریکی سفیر میکنیٹن شامل

تھے، ہندوستان سے براستہ شکار پور بلوچستان سے ہوتے ہوئے قندہار میں داخل ہوا۔ قندہار پر قبضہ جمانے کے بعد غزنی کی راہ لی۔ اگرچہ راستہ میں جا بجا افغان قوم کے غازی اس لشکر پر سر توڑ حملے کرتے رہے مگر اس کے باوجود یہ لشکر 1839 کو اگست کے مہینے میں بالآخر کابل میں داخل ہوگیا۔ شاہ شجاع کو ایک کٹھ پتلی حاکم بنا کر کرسی پر بٹھایا گیا۔ اصل اقتدار انگریز نے اپنی مٹھی میں لے لیا۔

انگریز جو بھاری بھرکم قوت کے ساتھ افغانستان میں داخل ہوئے تھے، انہوں نے قندہار، غزنی اور جلال آباد میں اپنے کیمپ قائم کیے مگر ان کا سب سے بڑا مرکز کابل میں تھا۔ انگریزی استعمار کے ساتھ ہی افغانستان کے ممتاز علماء کرام نے ملک بھر میں جہاد کا فتوی صادر کیا۔ علماء کرام شہر شہر اور بستی بستی کا دورہ کرتے، لوگوں کو جہاد پر ابھارتے اور اس بات پر زور دیتے کہ انگریزوں سے دور رہیں۔ کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں۔

اس طرح سے جہادی تحریک کے علم ملک کے مختلف علاقوں سے لہرانے شروع ہوگئے، جہادی تحریک کے زعماء غازي عبداللہ خان اچکزئی، نائب امین اللہ لوگری، وزیر محمد اکبر خان، میر مسجدی خان، غازی محراب خان بلوچ، محمد شاہ خان بابکر خیل اور دیگر مجاہدین تھے۔ انہوں نے کابل اور دیگر علاقوں میں قابض فوجیوں پر حملے شروع کردیئے۔ میکنیٹن وزیر اکبر خان کے ہاتھوں قتل ہوا، جبکہ الیگزینڈر برنس اپنے گھر میں قتل ہوگیا۔ انگریزی لشکر جو سترہ ہزار سے زائد افراد پر مشتمل تھا خوف اور پریشانی کے مارے صوبہ ننگرہار کی راہ کے درپے ہوگئے تاکہ وہاں سے ہوتے ہوئے درہ خیبر سے نکل جائیں۔ مگر افغان غازیوں نے لشکر کو پہاڑیوں اور تنگ راستوں میں پھنسا کے پے درپے حملے کیے اور کسی کو زندہ جانے نہیں دیا۔ انگریز لشکر میں سے اکیلا ڈاکٹر برایڈن تھا جو زخمی حالت میں جلال آباد پہنچا۔ انگریز کی شکست کے بعد افغان غازیوں نے ان کے کٹھ پتلی شاہ شجاع کو بھی کابل کے بالا حصار کے علاقہ میں فرار کے وقت قتل کردیا۔ یہ شکست انگریز کے لیے پہلی یلغار کے وقت ایسا سبق ثابت ہوا کہ پھر انگریز نے بڑے عرصہ تک افغانستان کو میلی آنکھ سے بھی نہ دیکھا۔

انگریز کی دوسری یلغار:

1879 میں جب افغانستان میں امیر شیر علی خان کی حکومت تھی۔ انگریز چاہتا تھا کہ افغانستان کی آزادی سلب کر کے خارجہ پالیسی اپنے قبضے میں رکھے، مگر امیر شیر علی خان ایک مستقل مزاج انسان تھا۔ اس لیے انہوں نے انگریز کی فرمائش قبول نہیں کی۔ جس سے بات جنگ تک پہنچ گئی۔ انگریز نے ننگرہار، قندہار اور پکتیا کے راستے سے ہزاروں مسلح فوج کے ساتھ افغانستان پر حملہ کردیا۔

امیر شیر علی خان روس سے مدد حاصل کرنے کے لیے پابہ رکاب ہوا مگر بلخ تک نہیں پہنچے تھے کہ مرگ مفاجات نے آلیا اور ادھر ہی انتقال کر گئے۔ اس کے بعد ان کا بیٹا جو ذہنی مریض اور والد کی طرف سے اب تک قید میں تھا لوگوں کی طرف سے حکمراں بنا دیا گیا۔ انگریز جو اس وقت تک عملاً کابل کے سیاہ و سفید کے مالک بن چکے تھے، اس ذہنی مریض یعقوب خان کو اپنے ساتھ لے کر ان سے جبراً گندمک کا معاہدہ منظور کرالیا۔ جس کی رو سے انگریز نے انہیں نہ صرف یہ کہ احمد شاہ ابدالی کے بنائے ہوئے افغانستان کے مقبوضہ حدود سے منحرف کروایا بلکہ خارجہ پالیسی بھی اس حد تک اپنے ہاتھ میں لے لی کہ یعقوب خان کو پابند بنایا کہ اس کی خارجہ پالیسی انگریز کے ماتحت ہوگی۔ خود افغان حکومت کسی سے دوستی یا دشمنی انگریز کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتی۔

اسی وقت سے افغانستان کی سیاسی حریت سلب ہوگئی۔ یعقوب خان کے بعد عبدالرحمان اور حبیب اللہ کے دور میں بھی حکمران اپنے طور گندمک معاہدے کے وفادار رہے تھے اور اس کی پاسداری کرتے رہے۔ بیرونی سیاست مکمل انگریز کی تابع تھی جس کے بدلہ انگریز سالانہ کچھ وظیفہ دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ انگریز کے گندمک معاہدے کے ٹھیک چالیس سال بعد افغانستان کے عوام نے امیر حبیب اللہ کی وفات کے بعد انگریز کے خلاف جہاد شروع کیا اور مکمل آزادی حاصل کرلی۔ یہ آزادی کیسے حاصل ہوئی؟ اس پر بعد میں گفتگو کرلیں گے پہلے دوسری جنگ کی بعض اہم جزئیات

پیش خدمت ہیں۔

افغانستان پر انگریز کی دوسری یلغار اور گندمک معاہدہ سے ہمارا ملک افغانستان مکمل طور پر انگریز کے قبضہ میں گیا۔ یعقوب خان کی سربراہی میں ملک کے سیاسی رہنماؤں نے موجودہ کابل انتظامیہ اور کٹھ پتلیوں کی طرح انگریز کی حمایت کی۔ یعقوب موجودہ اشرف غنی کی طرح نام نہاد حکمران تھا، جبکہ حقیقت میں افغانستان کے معاملات انگریز سفیر کیوناری چلارہاتھا۔

انگریز کی دوسری یلغار پر افغانستان کے علماء کرام، غازیانِ اسلام اور غیور قوم نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا، وقت کے عظیم غازی او علماء کرام جیسے محمد جان خان وردگ، ملا مشک عالم، میر بچہ خان کوہدامنی، مولانا عبدالغفور لنگری، غلام حیدر خان چرخي، موسي فیض محمد صاحبزادہ اور دیگر نامور مجاہدین نے استعماریت کے خلاف مسلح جہاد شروع کیا۔ یہ جہادی تحریک اس وقت بامِ عروج پر پہنچی جس وقت کابل میں افغان فوج کی ایک جماعت نے بغاوت کرتے ہوئے انگریز سفارت پر حملہ کیا۔ اس حملہ میں انگریزی سفیر کیوناری سمیت 123 ارکانِ سفارت قتل کیے گئے اور سفارت خانہ مکمل طور جل کر خاکستر ہوگیا۔ انگریز نے جہادی تحریک توڑنے کے لیے مزید نفری بلائی، مگر اس وقت یہ تحریک ملک گیر ہوگئی تھی۔ ہرات کی طرف سے امیر شیر علی خان کے بیٹے غازی ایوب خان نے قندہار پر حملہ کیا اور میوند کی جنگ میں انگریز کو عبرتناک شکست دی۔ انگریز نے جب اپنا قبضہ کمزور ہوتا دیکھا تو ایک اور منصوبہ بنایا۔ جس کے مطابق انگریز اپنی فوج نکال کر یہاں ایک ایسا حلقہ بگوش غلام چھوڑنا چاہتا تھا جو افغانستان کی بہ نسبت انگریزی مفادات کا زیادہ وفادار ہو اور گندمک معاہدہ کی مکمل پاسداری کرے۔

اس بنیاد پر انگریز نے یعقوب خان کی بجائے امیر عبدالرحمان کو اقتدار سونپا اور انہوں نے گندمک معاہدہ منظور کرلیا۔ انگریز نے اپنی فوج تو افغانستان سے نکال دی پر افغان قوم کو مکمل آزادی میسر نہ آسکی۔ امیر عبدالرحمان جو اپنا سالانہ بجٹ انگریز سے وصول کرتا تھا، ملک کے وسیع اختیارات اور خصوصا خارجہ پالیسی انگریز کے ہاتھ میں دے دی۔ انگریز کی دوسری یلغار کے وقت جہاد کرنے والے غازیانِ اسلام جو اس وقت قید میں تھے سب کو یا تو جلاوطن کردیا اور یا پھر پھانسی کے پھندے پر استقلال اور حریت کے جرم میں لٹکادیا۔

امیر عبدالرحمان اور امیر حبیب اللہ کے چالیس سالہ دورِ اقتدار میں اس نادیدہ استعماریت سے آزادی کی جدوجہد مسلسل جاری تھی۔ یہ جدوجہد کبھی مسلح تحریک کی شکل اختیار کرتی جسے امیر عبدالرحمان انگریز کی مدد سے دبالیتا، تو کبھی مولنا سرور واصف قندہاری، مولنا عبدالواسع، مولنا غلام محی الدین افغان اور دیگر نامور زعماء کی سیاسی طرز میں جاری رہتی جسے مسلط حکمران انتہائی ظالمانہ طریقے سے اور زور زبردستی کچل دیتے تھے۔

دوسری عالمی جنگ کے موقع پر جب انگریز عثمانی خلافت اور فرانس کے ساتھ برسرپیکار تھا اور اس کی طاقت منتشر اور کمزور پڑچکی تھی تو بہت سے علاقوں میں اس کے خلاف آزادی کی تحریکیں شروع ہوگئیں۔ افغانستان کے علماء کرام، غازیانِ اسلام، مجاہدینِ ملت اور آزادی کے عشق میں سرشار زعمائے قوم نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے امیر حبیب اللہ کی وفات کے ساتھ 1919ء میں انگریزی استبداد کے خلاف جہاد کا اعلان کردیا۔

جنگ آزادی:

افغانستان کے غیور عوام شروع دن سے آزادی کے حصول کی خاطر جہاد کے لیے آمادہ تھے۔ مگر ان کے اس مقدس فریضہ سے سیاسی قیادت آڑے آتی تھی۔ امیر حبیب اللہ کی وفات کے بعد افغانستان کے علماء کرام اور اثرورسوخ رکھنے والے قومی وملی سربراہوں نے امان اللہ خان کو اس شرط پر تخت نشین کردیا کہ وہ انگریز کے خلاف جہاد کریں گے اور کھوئی ہوئی آزادی مکمل طور پر حاصل کریں گے۔

اس طرح انگریز کے خلاف جہاد اور آزادی کے حصول کے لیے تحریک شروع ہوگئی۔ عوام میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لیے باقاعدہ علماء کرام منتخب کیے گئے۔ اس سلسلہ میں مشرقی صوبوں کے لیے ترنگزئی قبیلہ کے حاجی صاحب مولانا فضل واحد

اور چکنور ملا صاحب، جبکہ جنوب مشرقی محاذ یالوی پکتیا کے لیے شور بازار کے حضرت صاحبان شمس المشائخ فضل محمد مجددی اور نور المشائخ فضل عمر مجددی اور لوی قندھار کے لیے خرقہ شریف کے متولی مولوی عبدالحمید الکوزی او مولوی صالح محمد اخندزادہ کا انتخاب کیا گیا۔

1919ء مئی کے مہینے میں صوبہ ننگرہار، پکتیا اور قندہار میں افغان مجاہد ملت نے دشمن کے مورچوں پر حملے شروع کردیے۔ جنگ مختلف مقامات پر شروع ہوئی، جن میں سے سب سے زیادہ پکتیا میں شدت اختیار کرگیا۔پکتیا کے محاذ کے سربراہ سپہ سالار نادر خان تھے جن کی معاونت "شور بازار" کے فضل عمر مجددی صاحب کر رہے تھے۔افغان غازیوں نے انگریز کے مقابل وانا، پیواڑ اور کرم کے علاقوں میں بے مثال استقامت کا مظاہرہ کیا جس سے دشمن کے پاوں اکھڑ گئے اور وہ شکست کھاگئے۔ مجاہدین نے ٹل شہر پر قبضہ کرلیا اور اس شہر کے مشرقی جانب انگریزوں کا ایک بڑا مرکز محصور کرلیا۔

ٹل شہر کے سقوط سے انگریزوں کے اوسان خطا ہوگئے۔ انہیں خوف لاحق ہوا کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ہمارے سارے مقبوضہ علاقے چلے جائیں گے، چنانچہ زور آزمائی کی بجائے منت زاری کرنے لگے۔ افغان حکومت سے جنگ بندی کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ جو تمہارا مطالبہ ہوگا ہم تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اس طرح سے ہمارا ملک جسے انگریز نے چالیس سال اپنی نادیدہ گرفت میں جکڑ رکھا تھا، مسلح جہاد کی برکت سے وہ گرفت ڈھیلی پڑگئی اور دشمن کا غرور خاک میں مل گیا۔ آج سے ٹھیک ایک سو ایک سال پہلے 19 اگست 1919ء میں انگریزوں نے افغانستان کو رسمی طور پر تسلیم کرلیا۔

ہماری مجاہد قوم نے ایک ایسے وقت میں انگریز سے اپنی آزادی حاصل کی جس وقت عثمانی خلافت کے ملحقات کے علاوہ پوری دنیا یورپ کے قبضہ میں جکڑی ہوئی تھی۔ یہ اللہ کا ہم پر عظیم احسان تھا کہ اوروں سے پہلے ہی ہمیں آزادی سے بہرہ ور فرمالیا۔

101 سال پہلے افغانستان استقلال اور حریت حاصل کرنے کے بعد چند عشروں تک مکمل آزاد تھا۔ یہاں تک کہ 24 دسمبر 1979 کو روسی اتحاد نے ہمارے ملک پر حملہ کردیا اور افغانستان کو استعمار بنادیا۔ ہماری قوم نے اس استعمار کے خلاف ۱۴ سال علم جہاد بلند کیا یہاں تک کہ ایک دفعہ پھر 15 لاکھ سے زائد شہداء کی قربانی سے کفری قبضہ ٹوٹا اور استقلال کا روشن چہرہ پھر سے نمودار ہوا۔

اس کے بعد 2001ء میں امریکا اور نیٹو اتحاد کے غاصبین نے افغانستان پر دھاوا بول دیا۔ اسلامی نظام کا خاتمہ کرکے افغانستان کی حریت اور آزادی سلب کردی۔ ملک کے زمینی اور فضائی اختیارات سب اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ عصرِ حاضر کے کٹھ پتلی اور غلام ذہنیت کے مالک حامد کرزئی اور اشرف غنی مکمل طور پر شاہ شجاع اور ببرک کارمل کی پیروی کرتے ہوئے قابض کفری افواج کے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے۔ مگر غیور وطن کے بہادر بیٹوں (طلبہ کرام، علماء عظام اور مجاہدین) نے بھی اپنے اسلاف کی طرح اس ناجائز قبضہ کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور اپنا سر جہاد فی سبیل اللہ کے مقدس فریضہ کے لیے قربان کردیا۔ اٹھارہ سال کی مسلسل جدوجہد کے ساتھ آج بھی یہ مقدس جہاد جاری رکھے ہے۔اب ان شاءاللہ وہ وقت آپہنچا ہے کہ انگریز کی طرح امریکی فوج بھی غرور کی دیوار کو ٹوٹتا دیکھ رہی ہے اور اسی لیے اس کو چھوڑنے اور جنگ بندی کی درخواستیں کررہی ہے۔

آخر میں اپنی مجاہد ملت کو انگریزی استعمار سے آزادی کے ایک سو سال مکمل ہونے کی مناسبت سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور خوشخبری دیتا ہوں کہ ان شاءاللہ وہ وقت قریب آچکا ہے کہ ہم اپنی قابل فخر کیلنڈر میں امریکی استعمار سے آزادی کی تاریخ بھی درج کرلیں گے۔ مؤمن ومسلمان قوم ایک دفعہ پھر آزادی سے بہرہ ور ہوگی۔ان شاءاللہ

وماذالک علی اللہ بعزیز

جہادی شاہکار جلال الدین حقانی

ہارون بلخی

الحاج مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ 1944ء کو صوبہ پکتیا ضلع وزی زدران کے سرانہ گاؤں میں خواجہ محمد کے گھر میں پیدا ہوئے۔ان کا تعلق زدران قوم کے میزائی قبیلے کے سلطان خیل شاخ سے تھا۔

عالم اسلام کی یہ عظیم علمی، جہادی اور سیاسی شخصیت اپنی پوری زندگی میں کسی ظالم، جابر اور طاغوتی قوت کے سامنے جھکی اور نہ ہی ان کا مقابلہ کرنے سے کبھی دستبردار ہوئی۔ اپنے قوی عزم اور نظریہ سے سوویت یونین کو شکست دینے میں تاریخی کردار ادا کیا۔ انہوں نے ایک وفادار افغان مسلمان کی حیثیت سے اسلام اور افغانوں کی عزت اور غیرت کی مقدس تاریخ و ثقافت کو اپنی قربانیوں کے بل بوتے پر تاریخ کے اوراق میں لکھ کر آئندہ نسلوں کو جہادی جدوجہد، جدوجہد، بے دریغ قربانیوں اور کارناموں کے سنہری باب فراہم کرنے کا درس دیا۔

مولوی جلال الدین حقانی نے کمیونزم اور روسی جارحیت کے خلاف جہاد پوری فتح تک بھرپور اخلاص کیساتھ جاری رکھا۔ان کی بے دریغ قربانیوں اور اسلامی کے جذبے کی رو سے ڈاکٹر نجیب کی کٹھ پتلی انتظامیہ کا زوال شروع ہوا۔ کیوں کہ افغانستان سے روسی افواج کے انخلا کے بعد نجیب کے دور حکومت میں کمیونزم کے ہاتھوں سے نکلنے والا خوست وہ پہلا اہم شہر تھا، جس پر مولوی جلال الدین حقانی کے مجاہدین نے قبضہ کر لیا۔

مولوی جلال الدین حقانی جہاد افغانستان کے ان معماروں میں سے تھے، جنہوں نے انتہائی صبر و حوصلہ اور عزم و استقامت کے ساتھ نہ صرف افغان قوم کو سوویت یونین کی مسلح جارحیت کے خلاف صف آرا کیا، بلکہ عالم اسلام میں جہادی روح پھونک دی۔ امریکی جارحیت کے خلاف کردار، کارنامے اور امارت اسلامیہ کو متحد رکھنے میں ان کی قابل ستائش جدوجہد تاریخ کا وہ سنہری باب ہے، جس پر افغان قوم اور امارت اسلامیہ کیساتھ ساتھ عالم اسلام کی آئندیں نسلیں ہمیشہ فخر کرتی رہیں گے۔ مرحوم حقانی نے اپنی مجاہدانہ زندگی میں ایمان اور دین کیساتھ وفاداری کا جو عہد کیا تھا، اس پر موت تک ثابت قدم رہے۔ موصوف یقینا خوش قسمت تھے، جنہوں نے ایک کٹھن امتحانی مرحلے میں دین اور اسلامی اقدار کا دفاع کیا اور دینی شعائر کو زندہ رکھنے میں عظیم کردار ادا کیا۔

> مرحوم مولوی جلال الدین حقانی آج ہم میں نہیں ہیں۔ لیکن ان کے کارنامے،ان کی جہادی سرگرمیاں، دعوت و تبلیغ، سیرت و صورت، حسن اخلاق، باشعور زندگی، علمی و جہادی خدمات اور عالم اسلام سے محبت ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔ان کے نقش قدم پر آج کے وہ فدائی نوجوان چل رہے ہیں، جو اسلام اور ملک کے دفاع کی خاطر اپنی جانوں سے بارود باندھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی غرض سے میدان میں کود پڑتے ہیں۔ مرحوم حقانی صاحب نے ہمیں فداکاری اور ایثار کا درس دیا۔

مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں امارت اسلامیہ میں رخنہ ڈالنے کی سر توڑ کوششیں کی گئیں، لیکن مرحوم حقانی صاحب نے اپنے مجاہدین کو ہوشیار اور چوکنا رہنے کا حکم دیا۔اپنے زیر کمان مجاہدین کو امارت اسلامیہ سے منسوب

رکھا۔ عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ اور شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور تقبلہ اللہ سے اپنے بیعت کو برقرار رکھا۔ منصور صاحب کی شہادت کے بعد امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ صاحب کیساتھ بیعت کیا، جس پر تادم حیات قائم رہے۔ مجاہد عظیم مرحوم حقانی اکثر مجالس میں مجاہدین اور عام مسلمانوں سے فرمایا کرتے کہ اللہ تعالی کی طرف سے امارت اسلامیہ ایک انعام اور رحمت ہے، اس کی قدر کرنی چاہیے، نافرمانی کی صورت میں ہمیں دنیا اور آخرت میں ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مرحوم مولوی جلال الدین حقانی آج ہم میں نہیں ہیں۔ لیکن ان کے کارنامے، ان کی جہادی سرگرمیاں، دعوت و تبلیغ، سیرت و صورت، حسن اخلاق، باشعور زندگی، علمی و جہادی خدمات اور عالم اسلام سے محبت ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔ ان کے نقش قدم پر آج کے وہ فدائی نوجوان چل رہے ہیں، جو اسلام اور ملک کے دفاع کی خاطر اپنی جانوں سے بارود باندھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی غرض سے میدان میں کود پڑتے ہیں۔ مرحوم حقانی صاحب نے ہمیں فداکاری اور ایثار کا درس دیا۔ انہوں نے ہمارے اسلاف کی یادیں تازہ کیں۔ انہوں نے موجودہ عصر کے فرعون کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ دوست و دشمن سبھی اعتراف کررہے ہیں کہ مولوی جلال الدین حقانی افغان قوم کے ہیرو اور افغان تاریخ کا سنہری باب تھے۔ وہ ایک بہادر، حریت پسند مجاہد کے طور پر زندہ رہے اور ایک فاتح و ہیرو کی طرح رحلت فرماگئے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

انہوں نے یہ شعر تاریخ ساز شخصیات کے بارے میں لکھا تھا۔ لیکن ہماری خوش قسمتی ہے کہ افغان قوم کی تاریخ ان قابل رشک شخصیات سے بھری ہوئی ہے۔ جنہوں نے دنیا کے تین عالمی سلطنتوں کو نہ صرف اللہ تعالی کی نصرت سے شکست دی، بلکہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر بھی مجبور کردیا۔ ان میں جناب مرحوم جلال الدین حقانی صاحب اور ان کے دیگر باعزم مجاہدین بھی شامل تھے، جنہوں نے کمیونزم اور دہریت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، سب سے پہلے دعوتی سرگرمیوں میں کمیونزم کے خلاف ملت میں بیداری و آگہی کی جدوجہد کی اور بعد میں مسلح کاروائیوں کا آغاز کیا۔

مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ عرب و عجم اور دنیا بھر میں معروف ترین شخص ہیں۔ دنیا کے گوشے گوشے میں ان کی غیرت و شجاعت کے چرچے ہیں۔ جی ہاں! وہ مولوی جلال الدین حقانی جنہوں نے امریکی استعمار کی قیادت میں 49 مغربی ممالک کی جارحیت میں اسلام اور ملک کی آزادی کی خاطر چار نوجوان جگر گوشوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ڈاکٹر نصیر الدین، حافظ بدرالدین، محمد اور عبداللہ امریکی جارحیت کے دوران شہادت کے اعلی مقام پر فائز ہوئے۔ مولوی جلال الدین حقانی جنہوں نے مسلح جہاد کیساتھ ساتھ قلمی اور علمی جدوجہد بھی جاری رکھی اور اس سلسلے میں متعدد رسالے، کتابیں شائع کرنے کے علاوہ مدارس دینیہ اور دینی مراکز بھی قائم کیے۔ مولوی جلال الدین ہی تھے، جن کے سر کی قیمت امریکا بہادر نے لاکھوں ڈالر رکھی۔ مولوی جلال الدین حقانی تھے، جنہیں عالم اسلام کے علمائے حق اور عوام قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائیں اور ہمیں ان کا نعم البدل عطا کریں۔ آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ہفتہ وار پریس بریفنگ

لویہ جرگہ کے نام کا ایک بار پھر غلط استعمال

2020-08-04

ایسے حال میں جب امارت اسلامیہ افغانستان بین الافغانی مذاکرات کے آغاز اور مسئلے کے پرامن حل کے لیے پوری صداقت سے قدم اٹھا رہی ہے، اس کے مقابلے میں کابل انتظامیہ کے حکام مسلسل کوشش کررہے ہیں کہ نئے بہانوں سے اس سلسلے کو رکاوٹوں کا شکار بنادیں۔

امارت اسلامیہ نے ایک جانب عید کے دنوں میں یک طرفہ جنگ بندی کا اعلان کیا، دوسری طرف اپنی طرف سے ان تمام قیدیوں کو رہا کردیا جن پر معاہدے میں اتفاق رائے ہوا تھا۔ امارت اسلامیہ نے اس شعبے میں حسن نیت کے اظہار کے طور پر ہزار افراد سے زیادہ قیدی رہا کردیے۔ تاکہ اس حوالے سے اپنی ذمہ داری اچھے طریقے سے ادا ہوسکے۔

البتہ کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی نے بڑی عید کے پیغام میں ان معاہدے میں طے شدہ چار سو قیدیوں کی رہائی سے انکار کردیا اور کہا کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے وہ لویہ جرگہ بلائیں گے۔ لویہ جرگہ افغانستان کی تاریخ میں ہمیشہ بڑے مسائل کے حل اور آئینی مسائل کے حل کے لیے بلایا گیا ہے۔ معاصر افغانستان کی تین صدیوں کی تاریخ میں گنتی کے چند لویہ جرگے بلائے گئے ہیں۔ جنہیں ملک پر بیرونی جارحیت سے دفاع، زعیم اور سربراہ کے تعین اور دیگر اہم مسائل پر بلایا گیا ہے۔ البتہ گذشتہ بیس سالوں میں کابل انتظامیہ کے حکمرانوں نے جنہیں کوئی قانونی بیک میسر نہیں تھی، تو انہوں نے بار بار کوشش کی کہ لویہ جرگہ کا عنوان استعمال کیا جائے۔ انہوں نے ہر بار محدود تعداد کے حکومتی ملازمین اور کرائے پر لائے گئے لوگوں کے ذریعے جرگے کی اداکاری کروائی۔ جس کا پروپیگنڈے کے علاوہ کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوسکا۔

ارگ صدارتی محل کے حکام ہمیشہ پرامن حل کے لیے شروع کیے گئے پروسس میں مکمل طور پر عوامی امنگوں کے برعکس عمل کررہے ہیں۔ ان کے پاس سیاسی حیثیت حاصل کرنے کے لیے کوئی منطقی استدلال نہیں ہے۔ اب ان کی کوشش ہے کہ لویہ جرگہ بلاکر عام لوگوں کے ذہنوں کو وہاں مشغول کریں۔ تاکہ یہ امن عمل متاثر ہو اور تاخیر کا شکار ہو۔ اس کے علاوہ قیدیوں کی رہائی کے لیے لویہ جرگہ بلانے کی کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔

امارت اسلامیہ افغانستان نے دوحہ معاہدے کے مطابق اپنی ذمہ داری بہت اچھے طریقے سے ادا کی ہے۔ اس حوالے سے طے شدہ متفقہ امور کے مطابق عمل بھی کرے گی۔ البتہ ہم افغان عوام کو متوجہ کرتے ہیں کہ اس حساس مرحلے پر ان چہروں کو پہچان لیں جو اپنے ذاتی مفادات اور غیر قانونی اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے قوم کی امیدوں سے کھیل رہے ہیں۔ بین الافغانی مذاکرات کو مؤخر کرنے کے لیے طرح طرح کے بہانے بنائے جاتے ہیں۔ مگر اس کا واحد مقصد یہ ہے کہ جارحیت اور بحرانی حالات کو طول دینے کے لیے راہ ہموار کی جاسکے۔

بین الافغانی مذاکرات اور افغان عوام کی امیدیں

2020-08-14

قطر میں ہونے والے معاہدے کے مطابق جارحیت کے خاتمے اور بین الافغانی مذاکرات کی جانب مؤثر قدم اٹھائے جائیں گے۔ بالآخر بین الافغانی مذاکرات کے عنوان سے دوطرفہ تفاہم کا وہ مرحلہ شروع ہونے والا ہے جسے کئی ماہ پہلے شروع ہوجانا چاہیے تھا۔

ان مذاکرات کے حوالے سے ایک پہلو ان بیانات، پیش گوئیوں اور پروپیگنڈے کا ہے جو بیرونی اور مفاد پرست میڈیا پوری قوت سے کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اس اہم مرحلے پر عام لوگوں کے ذہنوں کو ایک خاص رخ پر لگایا جائے۔ دوسری جانب افغان عوام کی وہ حقیقی امیدیں اور مطالبات ہیں جو ان مذاکرات سے وابستہ ہیں، جن

کی جانب فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

افغان عوام پر 19 سال قبل ظالمانہ جارحیت ہوئی۔ اس کی اسلامی حاکمیت، استقلال، زمینی اور فضائی حریم پر قبضہ کیا گیا۔ اس کے تمام سیاسی، اجتماعی، ثقافتی اور اقتصادی معاملات کا اختیار غیروں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ جارحیت کے 19 دورانیے میں مختلف شعبوں میں بہت سے نقصانات اٹھائے۔

افغان عوام کو امید ہے کہ بین الافغانی مذاکرات کے ذریعے ان کے ان روحانی اور مادی نقصانات کا ازالہ ہوجائے گا جو بیرونی جارحیت کے گذشتہ 19 سالہ دور میں انہیں پیش آئے۔ اس دوران اکثر فیصلے باہر کیے گئے اور عوام پر مسلط کیے گئے۔

بین الافغانی مذاکرات کی دہلیز پر غیروں کے زیر اثر میڈیا 19 سالہ کامیابیوں کے ضائع نہ کرنے پر اصرار کررہا ہے۔ افغان عوام اسے 19 سالہ نقصانات قرار دیتے ہیں۔ جو مختلف شعبوں میں عوام کو پہنچے ہیں، اور جن کے ازالے کی ضرورت ہے۔ جارحیت کے اس مرحلے پر ہماری قوم کی اسلامی حاکمیت چھین لی گئی ہے۔ ان کی سیاسی خودمختاری، قومی استقلال اور اپنی سرزمین پر ملکیت سلامت نہیں رہی۔ اسلامی ثقافت، تعلیم، قوانین اور سماجی وثقافتی اقدار کی بجائے بیرونی معیارات اور اقدار معاشرے پر مسلط کیے گئے۔ ہماری قوم کی فکری اور ثقافتی تشخص بدلنے کی شعوری کوشش کی گئی تاکہ انہیں ایک غیردینی اور غیرافغانی کلچر میں ڈالا جائے۔

اب تمام طبقات کی ذمہ داری ہے کہ اپنی قوم اور ملک کو کس طرح ان منفی اثرات سے پاک کریں۔ جس نے ہمارے خالص دینی تشخص کو متاثر کردیا ہے۔ افغان عوام تمام سٹیک ہولڈرز سے بھی یہ امید رکھتی ہے کہ اپنے اقدار اور معیارات کو ہر چیز سے مقدم رکھیں۔ اس کے تحفظ، ترویج اور وسعت پر اصرار کریں۔

اس حساس مرحلے پر کچھ جارحیت پسند ممالک کے سفارت خانے چاہتے ہیں کہ 19 سالہ کامیابیوں کے نام پر انہیں چیزوں کے بقا اور تحفظ کے لیے مہم چلائیں جن پر بیرونی طبقات نے سرمایہ کاری کی ہے۔ جنہیں جارحیت کے بعد بھی جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ مگر ہمارے باشعور عوام کو دشمن کے فریبوں کی جانب متوجہ رہنا چاہیے۔

امارت اسلامیہ افغانستان جس نے ہمیشہ عوام کی آواز کو لبیک کہا ہے۔ عوام کی پاکیزہ امیدوں کی تکمیل میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ افغانستان کے مسئلے کا حل بھی اسی میں سمجھتی ہے کہ عوامی امیدوں کا احترام کیا جائے۔ ان کے لیے اپنے عقیدے، فکر اور ثقافت کے مطابق نظام اور زندگی گذارنے کی راہ ہموار کی جائے۔

خودمختاری ہماری قوم کی مشترک خواہش ہے۔

2020-08-21

کچھ دن قبل ہماری قوم نے انگریز استعمار سے آزادی حاصل کرنے کی 101 ویں سالگرہ منائی۔ انگریزی استعمار جو انیس ویں صدی میں دنیا کی سب سے وسیع اور عالمگیر استعماری قوت تھی، انہوں نے ہمارے ملک افغانستان کے معاملات میں 1839 میں استعماری مداخلت شروع کردی۔ اس وقت سے استقلال کے حصول (1919) تک انگریزی استعمار نے مسلسل کوشش کی کہ دولت، طاقت اور تزویراتی کوششوں سے ہمارے تاریخی ملک کو اپنے مستعمرات کی فہرست میں شامل کریں۔ مگر ہمارے مومن عوام اور غیور اسلاف نے بے مثال استقامت دکھائی۔ اسی سال انگریزوں کی عالمگیر قوت کا مقابلہ کیا۔ دشمن کے ہر طرح کے حملے اور سازشیں ناکام بنائیں۔ یہاں تک کہ بالآخر جہاد فی سبیل اللہ کی برکت سے دشمن سے مکمل آزادی حاصل کرلی۔

موجودہ حالات میں ہمارا ملک اور عوام ایک بار پھر ویسی ہی حالت سے دوچار ہیں، عالمی استعماری طاقتیں اور ان کے مقامی کٹھ پتلی کوشش کرتے ہیں کہ ہماری عوام کو اپنی خودمختاری کے دعوے سے منحرف کرلیں۔ کبھی عسکری اسٹریٹیجی، بمباریوں اور خوف کے ذریعے کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے مجاہد عوام پر دباؤ بڑھائیں۔ کبھی تعمیرنو، جمہوریت، ترقی اور دیگر پرکشش نعروں سے انہیں امیدیں دلائی جاتی ہیں۔ تاکہ اجداد سے میراث میں ملی ہوئی اس خودمختاری اور استقلال پر کوئی سودے بازی کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔

مگر جارحیت پسند اور ان کے اشرف غنی جیسے کٹھ پتلی ہمیشہ جارحیت پسندوں کو مزید یہاں ٹھہرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ انہیں چاہیے ایک بار ہماری قوم کی تاریخ، ثقافت اور روحانیات کا مطالعہ کریں۔ انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے عوام آزادی و استقلال کو بڑی اور ناقابل فروخت معاملے کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ کسی صورت اپنی آزادی کے حصول کے موقف سے دستبردار نہیں ہوسکتے۔

ہماری قوم نے آزادی پر کوئی سودے بازی کرنی ہوتی تو سو سال قبل انگریزوں سے سودے بازی کرتے اور آج دیگر استعمار زدہ ممالک کی طرح اپنی حمیت، تشخص اور خودمختاری کے بدلے مادی ترقی کے مالک ہوتے، اور انگریزی ثقافت کے اثرات

کو قبول کر چکے ہوتے۔

مگر ہماری دیندار عوام نے ہمیشہ ثابت کیا ہے کہ مادی منافع کی بنسبت روحانی اقدار جیسے اسلامی حاکمیت، اسلامی ثقافت، استقلال اور خودارادیت ان کے لیے زیادہ قابل قدر ہے۔ کیوں کہ یہی روحانی اقدار ہی ہیں جو انسانی شرافت اور عزت کا سبب سمجھے جاتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ استقلال ہمارا دینی اور فطری حق ہے اور پوری قوم کی مشترکہ خواہش ہے۔ جارحیت پسند قوتوں کے وہ کٹھ پتلی جو جارحیت کو طویل کرنا چاہتے ہیں، اور بیرونی قوتوں کو افغانستان میں رہنے کی دعوت دیتے ہیں۔

انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا یہ موقف عوامی فکر اور عزائم سے متضاد ہے۔ اس طرح کے اقدامات سے یہ لوگ خود عوام کی نظر میں بیرونی قوتوں کے کٹھ پتلی بن جائیں گے۔ اس لیے اس ذلت آمیز موقف سے پیچھے ہٹ جائیں، مزید خود کو تاریخ میں مسخرہ ثابت نہ کریں۔ ہم ایک بار پھر ہم وطنوں کو خوشخبری سناتے ہیں کہ اب وہ دن قریب آچکا ہے کہ ہمارا ملک ایک بار پھر مکمل آزادی اور اسلامی حاکمیت کا مالک بن جائے گا۔ ان شاء اللہ

قدرتی آفت اور ہمدردی کی ضرورت

2020-08-29

کچھ دن قبل ملک کے مختلف صوبوں میں مسلسل بارشوں کے باعث خطرناک سیلاب آئے۔ جن سے عام لوگوں کو بھاری جانی ومالی نقصان پہنچا۔ یہ سیلاب 13 صوبوں میں آئے ہیں۔ مگر اس کے زیادہ نقصانات پروان، کابل، پکتیا، پنجشیر، میدان وردگ، کاپیسا اور ننگرہار میں ہوئے ہیں۔

تازہ ترین اعداد وشمار کے مطابق سیلابوں کی وجہ سے جانی نقصان سینکڑوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح عام لوگوں کے گھروں، دکانوں، کھیتوں اور دیگر املاک بھی یا تو بالکل ختم ہوگئے ہیں یا انہیں نقصان پہنچا ہے۔ سیلابوں کا یہ المیہ ایسے حالات میں پیش آیا ہے کہ ہم وطن عوام کرونا بحران کی وجہ سے بہت زیادہ متاثر ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ جارحیت پسند قوتوں اور لوٹ مار کرنے والے حکام کی حرکتیں بھی غربت کی سطح بڑھانے کا باعث ہیں۔

سیلابوں کے بحران کے مقابلے میں کابل انتظامیہ کا ردعمل بڑی حد تک صرف نمائشی اور پروپیگنڈے کی حد تک رہا۔ کرپٹ حکام جن کا مفاد ہمیشہ عوام کے برے حالات سے وابستہ ہوتا ہے، عوام کے نام پر آئی ہوئی دولت چوری کی ہے۔ حالیہ بحران میں کوئی بھی اس پر اعتماد نہیں کر سکتا۔

امارت اسلامیہ افغانستان نے سیلاب زدگان سے اپنی ہمدردی اور ان کے غم میں شریک ہونے کے علاوہ اپنے مجاہدین کو ہدایت کی ہے کہ اپنی پوری قوت سے اس سانحے کے متاثرین کی مدد کریں۔ انہیں زندگی کی بنیادی سہولیات مہیا کرنے، صحت کی سہولیات، پناہ اور دیگر تعاون پہنچانے میں مکمل مدد کریں۔

مقامی سطح پر عوامی لوگوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اسلامی اخوت اور ہمدردی کے مطابق اپنے متاثرین بھائیوں کے ساتھ جان ومال کا تعاون کریں۔ عام لوگ صرف رفاہی اداروں کی امید پر نہ رہیں۔ بلکہ خود بروئے کار رہیں۔ جس طرح یہ درد اور المیہ سب سے بڑھ کر یہ خود محسوس کر سکتے ہیں، اسی طرح اپنے متاثرین بھائیوں کے ساتھ سب سے زیادہ تعاون بھی یہی لوگ کر سکتے ہیں۔ متاثرین کے ساتھ تعاون اور امداد جس طرح دینی لحاظ سے اجر وثواب کا کام ہے، لوگوں کے درمیان اتحاد، اخوت، رابطہ اور رشتوں کی مضبوطی میں بھی بڑا کردار ادا کر سکتا ہے۔ اور معاشرے میں سانحات اور المیوں کے خلاف بھی بڑی قوت مہیا کرتا ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان اسی طرح رفاہی اور خیراتی اداروں کو بھی دعوت دیتی ہے کہ ہمارے ملک کے متاثرہ عوام کو بھی اتنی ہی توجہ اور رسد فراہم کریں جس طرح دنیا کے دیگر حصوں میں آفات کے متاثرہ لوگوں کو دی جاتی ہے۔ تعاون کے ادارے محض اعداد وشمار اور نمائشی اقدامات کے بجائے عملی کام کو زیادہ توجہ دیں۔ کیوں کہ آفات زدگان کی زخموں پر مرہم صرف عملی تعاون سے رکھا جاسکتا ہے۔ امارت اسلامیہ اس حوالے سے رفاہی اداروں کے ساتھ بھی ہر طرح کا تعاون کرنے کو مکمل طور پر تیار ہے۔ متاثرین کو امداد کی فراہمی میں کسی طرح کے تعاون سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔

جنگی جرائم اگست 2020

سید سعید

یکم اگست 2020 کو صوبہ فاریاب کے ضلع گرزیوان کے علاقے گدام میں اربکی کمانڈر (بولاد موچین) کی فائرنگ سے تین شہری شہید ہوگئے۔

2 اگست کو صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب کے گاؤں غوچاقو میں واقع فوجی اڈے سے فائر کئے گئے مارٹر حملے میں ایک خاتون اور دو لڑکیاں شہید اور چار دیگر زخمی ہوگئے۔

4 اگست کو صوبہ غور ضلع پسابند کے علاقے خبال میں افغان فورسز کی فائرنگ سے دو شہری شہید ہوگئے۔

5 اگست کو صوبہ بادغیس کے ضلع بالا مرغاب کے غوچاکو بازار پر سرکاری فوج کی جانب سے مارٹر گولے فائر کیے گئے، جس کے نتیجے میں ایک شہری شہید اور دس شہری زخمی ہوگئے۔

6 اگست کو صوبہ بادغیس کے ضلع دمقر کے سنجید کی کے علاقے میں اربکی ملیشیا کے اہل کاروں نے تین شہریوں کو شہید اور ایک کو زخمی کردیا۔

6 اگست کو صوبہ بدخشاں کے ضلع ارگو کے نوآباد کے علاقے میں افغان اہل کاروں نے ایک شہری شہید اور دو دیگر کو زخمی کردیا۔

6 اگست کو صوبہ فاریاب کے ضلع شیرین تگاب کے علاقے تورتکل میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک خاتون اور دو بچے زخمی ہوگئے۔

7 اگست کو صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب کے جوئی خوجی کے علاقے میں سرکاری فوج کے بھاری ہتھیاروں کے حملے میں ایک مسجد کو نقصان پہنچا اور پانچ طالب علم اور شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ نیز ضلع جوی گنج کے سرخلنگ کے علاقے میں افغان فوج کے مارٹر حملے میں ایک خاتون اور اس کی تین بیٹیاں شہید اور دو لڑکیاں زخمی ہوگئیں۔

9 اگست کو صوبہ پکتیکا کے ضلع خیر کوٹ کے گاؤں بلوخیل میں افغان فورسز کے ہاتھوں ایک شہری شہید ہوگیا۔

9 اگست کو صوبہ غور کے ضلع دولتیار کے علاقے قاضی میں اربکی ملیشیا نے ایک شہری کو شہید کیا۔

10 اگست کو صوبہ غور کے ضلع دولتیار کے علاقے قاضی میں افغان فوج کے مارٹر حملے میں 6 بچے اور ایک عورت شہید اور آٹھ دیگر زخمی ہوگئے۔

10 اگست کو صوبہ غزنی کے ضلع گیلان کے علاقے مدو قلعہ میں افغان فورسز کے ہاتھوں ایک بچہ شہید ہوگیا۔

11 اگست کو صوبہ بدخشان کے ضلع تشکان میں افغان اہل کاروں نے آب شیر گاؤں کے رہائشی صیام الدین کو شہید کردیا۔

11 اگست کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ کے علاقے سرخدوز میں افغان فوج کے مارٹر حملے میں ایک بوڑھا شخص شہید ہوگیا۔

12 اگست کو صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغی کے علاقے بنی شیر افغان میں حملہ آوروں کے ڈرون حملے میں 3 شہری شہید ہوگئے۔

13 اگست کو صوبہ ہلمند ضلع ناد علی کے علاقے لوی مانده دشت میں افغان فورسز کے حملے میں ایک خاتون شہید اور دو بچے زخمی ہوگئے۔

14 اگست کو صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے بادغیسی علاقے میں سرکاری فوج کی بمباری اور فائرنگ سے ایک گرلز ہائی اسکول اور ایک مکان تباہ اور ایک خاتون شہید ہوگئی۔

13 اگست کو صوبہ ہرات کے ضلع شنڈنڈ کے علاقے عزیز آباد میں افغان فورسز کے حملے میں دو خواتین شہید ہوگئیں۔

15 اگست کو صوبہ بلخ کے ضلع چمتال کے علاقے روزگانیان میں افغان فوج کے حملے میں ایک مسجد شہید ہوگئی۔

16 اگست کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ کے علاقے ٹانگان میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک خاتون شہید ہوگئی۔

17 اگست کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے نہر سراج کے علاقے میں افغان اہل کاروں کی فائرنگ سے ایک بچہ شہید ہوگیا۔

17 اگست کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے علاقے بوری میں افغان فوج کی بمباری میں 5 خواتین اور بچے شہید اور دو دیگر زخمی ہوئے۔

18 اگست کو صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے گاؤں غنی خیل میں افغان فوج کے مارٹر حملے میں تین شہری شہید اور تین لڑکیاں زخمی ہوگئیں۔

18اگست کو صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب کے علاقے اسماعیل قشلاق میں سرکاری فوج کے حملے میں چار شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔

18اگست کو صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے گاؤں لغڑی میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں خواتین اور بچوں سمیت 6 شہری شہید اور سات دیگر زخمی ہو گئے۔

18اگست کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے سیداں علاقے میں افغان فورسز کے حملے میں ایک 10 سالہ بچہ شہید ہو گیا۔

18اگست کو صوبہ ننگرہار کے ضلع شیر زاد کے علاقے پیٹل میں افغان اہل کاروں کی فائرنگ سے 7 شہری زخمی ہو گئے۔

18اگست کو صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے بادغیسی کے علاقے میں افغان فوج کی بمباری میں چار شہری شہید اور پانچ زخمی ہو گئے۔

19اگست کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے درانی گاؤں میں افغان فورسز کے بھاری ہتھیاروں کے حملوں میں ایک خاتون شہید اور دو خواتین سمیت چھ بچے زخمی ہو گئے۔

19اگست کو افغان فوج نے صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے علاقے چملگزی میں ایک فعال سول کارکن اسد اللہ کاکڑ کے گھر پر بمباری کی جس میں موصوف کے خاندان کی تین خواتین شہید اور کچھ افراد زخمی ہو گئے۔

20اگست کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع جغتو کے گاؤں قلعہ ندی میں ایک اسکول اور ایک کلینک پر افغان فورسز نے حملہ کیا جس سے اسکول اور کلینک کو نقصان پہنچا۔

21اگست کو صوبہ کاپیسا کے ضلع الہ سائی کے گاؤں اہنگران میں سرکاری فوج کے مارٹر حملے میں ایک خاتون شہید اور اس کا جوان بیٹا زخمی ہو گیا۔

21اگست کو صوبہ قندوز کے ضلع دشت ارچی کے علاقے دفتانو عید گاہ میں افغان فورسز کی فائرنگ سے چار بچے شہید اور تین دیگر زخمی ہو گئے۔

21اگست کو صوبہ ہرات کے ضلع رباط سنگی کے گاؤں حاجی گلاب میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک بوڑھا شخص اور ایک بچہ شہید اور پانچ دیگر زخمی ہو گئے۔

22اگست کو صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب کے عربی علاقے میں سرکاری فوج کے مارٹر حملے میں چار خواتین شہید اور تین مرد زخمی ہو گئے۔

24اگست کو افغان فورسز نے صوبہ فاریاب کے ضلع دالمار کے بازار میں ایک شہری (نقیب اللہ ولد رمضان) کو شہید کر دیا۔

24اگست کو صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے دہ نو علاقے میں افغان فوج کی بمباری کے نتیجے میں دو بچے سمیت تین افراد شہید ہو گئے۔

25اگست کو صوبہ فاریاب ضلع چملگزی کے ہزار قلعہ کے علاقے میں افغان فوج کی بمباری سے ایک مسجد شہید ہو گئی۔

25اگست کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے علاقے ینگی میں افغان فورسز کے ہاتھوں ایک شہری شہید ہوا۔

25اگست کو صوبہ سرپل ضلع سید آباد کے علاقے قوم تیمیہ میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک شہری شہید ہوا۔

26اگست کو صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں صیاد و پل کے قریب افغان اہل کاروں نے ایک چلتی گاڑی پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں چار شہری شہید اور دو زخمی ہو گئے۔

26اگست کو صوبہ فاریاب ضلع دولت آباد کے بازار میں افغان فورسز نے موٹر سائیکل سوار دو شہریوں کو شہید کر دیا۔

26اگست کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے علاقے باریکل بازار میں افغان فوج کے طیاروں نے ایک مکان پر بمباری کی، جس سے مکان تباہ اور چار شہری زخمی ہو گئے۔

27اگست کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے پتنگ اور سلطان خیل گاؤں میں افغان اہل کاروں کی فائرنگ سے 6 بچے زخمی ہوئے اور لوگوں کو مالی نقصان پہنچا۔

28اگست کو صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے دون قلعہ، بایمغلی اور بادغیس کے علاقوں میں افغان فورسز کی فائرنگ سے دو لڑکیاں شہید اور چھ شہری زخمی ہو گئے۔

29اگست کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے میر خان خیل میں افغان فوج کے طیاروں نے بمباری کی جس سے نتیجے میں مسجد شہید ہو گئی۔

29اگست کو صوبہ تخار کے ضلع فرخار کے نمک اب کے علاقے میں افغان فورسز نے دو چرواہوں کو شہید کیا اور متعدد جانوروں کو بھی ہلاک کیا۔

29اگست کو صوبہ بدخشاں کے ضلع راغستان کے گاؤں تنلر اور نشیدر میں افغان فورسز کے حملے میں ایک مکان تباہ اور دو بچے اور ایک شخص زخمی ہو گیا۔

30اگست کو صوبہ بلخ کے ضلع دولت آباد کے گاؤں خوشاب آباد میں افغان فورسز کی فائرنگ سے دو خواتین اور دو بچے زخمی ہو گئے۔

30اگست کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے علاقے نری ماندہ میں قابض افواج نے ایک گھر پر ڈرون حملہ کیا جس میں 6 شہری زخمی ہو گئے۔

30اگست کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے علاقے ینگی میں سرکاری طیاروں کی بمباری سے ایک مسجد شہید، تین مکانات کو نقصان پہنچا اور تین بچے زخمی ہو گئے۔

ذرائع: [بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک اور پژواک نیوز ایجنسی، افغان ویب سائٹ، لراوبر، تن ڈاٹ آسیا اور بینوا ویب سائٹس]

افغانستان اگست 2020 میں

احمد فاری

نوٹ: یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے۔

اگست کے مہینے میں اہم واقعات رونما ہوئے، اسی مہینے میں ایک ضلع سمیت دشمن کے متعدد فوجی اڈے مجاہدین کے زیر کنٹرول آگئے، دشمن کے درجنوں اہل کار بھی مجاہدین کی صفوں میں شامل ہوگئے۔ ماہ اگست میں سیاسی محاذ پر بھی نمایاں کامیابیاں ملیں، اگست کے اہم واقعات اور فتوحات درج ذیل عنوانات کے تحت ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

افغان فورسز کے نقصانات:

دشمن کے اہم ٹھکانوں پر مجاہدین کے حملوں کے دوران دشمن کے کمانڈروں اور کمانڈوز سمیت متعدد افراد ہلاک اور زخمی ہوئے، مثال کے طور پر 2 اگست کو صوبہ کاپیسا میں پولیس چیف مارا گیا، 14 اگست کو صوبہ ننگرہار میں ایک پولیس کمانڈر کو اپنے اہل کاروں نے ہلاک کر دیا۔ 15 اگست کو اسی صوبے میں ایک کمانڈر اپنے تین محافظوں سمیت مارا گیا، 16 اگست کو صوبہ نیمروز میں مجاہدین کے ایک حملے میں دشمن کا ایک اہم کمانڈر مارا گیا، 18 اگست کو صوبہ ہلمند میں ایک کمانڈر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا، 19 اگست کو صوبہ غزنی میں ایک کمانڈر مارا گیا، اسی طرح روزگان میں ایک سیکیورٹی افسر ہلاک ہوا، اور 22 اگست کو کابل میں ایک کرنل مارا گیا۔

نہتے شہریوں پر تشدد:

سفاک دشمن کی جانب سے ماہ اگست میں نہتے شہریوں پر تشدد کرنے کا سلسلہ جاری رہا جس کے نتیجے میں ہمارے درجنوں بے گناہ شہری شہید اور زخمی ہوئے، جن کی مکمل تفصیل متعدد امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ میں ملاحظہ کیجئے۔

لیکن ہم یہاں دینی مدارس اور مساجد پر دشمن کے حملوں کے بارے میں چند واقعات زیر قرطاس لائیں گے، 26 اگست کو صوبہ بغلان میں ایک مدرسہ پر دشمن نے فضائی حملہ کیا جس میں دس حفاظ کرام شہید ہوئے، 29 اگست کو قابض امریکی افواج نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں ایک مسجد پر بمباری کی جس سے مسجد شہید ہوئی۔ 31 اگست کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار میں دشمن نے ایک مسجد پر حملہ کیا جس سے مسجد مکمل طور پر شہید ہوگئی۔

مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنا:

مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ بلا روک ٹوک جاری ہے۔ اس سلسلے میں امارت اسلامیہ نے 20 اگست کو ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ گذشتہ ایک ماہ کے دوران دشمن کے 883 اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالا۔ 10 اگست کو صوبہ غزنی میں 9 فوجیوں اور 11 اگست کو لغمان میں 15 فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ 14 اگست کو

مزید 24 اہل کاروں نے صوبہ بغلان میں ہتھیار ڈال دیئے۔

18 اگست کو بلخ اور پکتیا صوبوں میں دشمن کے 72 اہل کار مجاہدین میں شامل ہوئے۔ 24 اگست کو صوبہ قندوز میں ایک کمانڈر سمیت 6 اہل کار امارت اسلامیہ میں شامل ہوگئے۔ 28 اگست کو صوبہ بغلان میں 15 اور 31 اگست کو صوبہ بلخ میں 73 فوجیوں نے امارت اسلامیہ کے سامنے سرنڈر ہونے کا اعلان کیا۔

امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کرنے والے اہل کاروں کی صحیح تعداد امارت اسلامیہ کے بھرتی کمیشن کی ایک الگ رپورٹ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

قیدیوں کا تبادلہ:

کابل انتظامیہ نے امارت اسلامیہ کے بقیہ قیدیوں کی رہائی کے لئے ایک لویہ جرگہ طلب کیا۔ 7 اگست کو شروع ہونے والا یہ جرگہ 9 اگست کو اختتام پذیر ہوا، جرگہ کے تمام ارکان نے اتفاق رائے سے امارت اسلامیہ کے بقیہ چار سو قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کرنے کی منظوری دی۔ امارت اسلامیہ نے پہلے ہی جرگہ کے انعقاد کو غیر قانونی قرار دیا تھا جب کہ اس جرگہ کے شرکاء نے خود بھی اعتراف کیا کہ یہ ایک نمائشی جرگہ تھا اور مجاہدین قیدیوں کو رہا کرنے کا فیصلہ امریکیوں نے پہلے ہی کر لیا تھا۔

10 اگست کو اشرف غنی نے زیر حراست افراد کی رہائی کے لئے ایک آرڈر پر دستخط کیے، اس دوران آسٹریلیا نے امریکہ سے مطالبہ کیا کہ وہ آسٹریلیائی فوجیوں کے قتل کے الزام میں قید مجاہدین کو رہا نہ کرے، اس کے بعد 16 اگست کو فرانس نے بھی اپنے فوجیوں کے قتل کے الزام میں گرفتار مجاہدین کی رہائی کی مخالفت کی۔ ان ممالک کی مخالفت کے بعد نمائشی جرگہ کی منظوری اور صدارتی فرمان کے اجراء کے باوجود قیدیوں کی رہائی کا عمل رک گیا، حنیف اتمر نے کہا کہ قیدیوں کی رہائی کے لئے بین الاقوامی اتفاق رائے کی ضرورت ہے، جب کہ اشرف غنی نے کہا کہ ان قیدیوں کی رہائی سے یورپ میں منشیات کا سیلاب آئے گا اور اسمگلنگ کی راہ ہموار ہوگی۔ یہ ایک ایسا پروپیگنڈا تھا جس نے دنیا کو حیران کر دیا۔

20 اگست کو امارت اسلامیہ نے امریکہ سے مطالبہ کیا کہ وہ کابل انتظامیہ کی گھناؤنی حرکتوں اور رکاوٹوں سے باز رکھے، جس پر امریکہ نے اشرف غنی کو فون کیا اور اگلے روز قیدیوں کی رہائی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا۔

الفتح آپریشن:

8 اگست کو مجاہدین نے صوبہ غزنی میں دشمن کے فوجی اڈے پر حملہ کیا جس میں دشمن کے درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 17 اگست کو مجاہدین نے کامیاب کارروائی کے بعد صوبہ غور کے ضلع مرغاب پر سفید پرچم لہرا دیا۔ 24 اگست کو مجاہدین نے غزنی کے ضلع دہ یک پر حملہ کیا۔ اسی دن قندوز میں بھی مجاہدین نے دشمن کے متعدد فوجی اڈوں پر اپنا کنٹرول حاصل کیا۔ 18 اگست کو صوبہ بلخ میں دشمن کے کمانڈوز پر مجاہدین نے حملہ کیا جس میں متعدد کمانڈوز ہلاک اور زخمی ہوئے۔

قابض فوج کا انخلا:

4 اگست کو ٹرمپ نے ایک بار پھر اعلان کیا کہ وہ جلد ہی افغانستان میں فوجیوں کی تعداد کو چار ہزار تک کم کر دیں گے، دوسری جانب 16 اگست کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ آرمینیا افغانستان میں مزید فوج بھیجے گا۔ لیکن 17 اگست کو امریکہ نے دو سو فوجیوں کو افغانستان سے واپس بھیج دیا۔

اگست 2020 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	129				202	70	42	2	11	
2-	ہلمند	297				337	357	68	12	30	
3-	زابل	55				108	37	19	5	1	
4-	روزگان	39				90	30	8	7	6	
5-	ہرات	91				134	96	29	7	11	
6-	فراہ	23				22	39	9	7	2	
7-	بادغیس	42				48	51	12	6	7	
8-	نیمروز	28				26	2	3	1	4	
9-	غور	38				56	75	15	6	2	
10-	فاریاب	41				51	62	12	5	11	
11-	کونڑ	28				14	19	1			
12-	نورستان	1				2					
13-	غزنی	78	1			133	71	18	1		1
14-	خوست	25				20	25	3			
15-	میدان وردگ	69				96	31	9			
16-	لوگر	68				160	101	17			
17-	کاپیسا	17				24	12				
18-	پکتیا	93				136	94	29			
19-	پکتیکا	14				17	22	6			
20-	ننگرہار	47				104	42	14			
21-	لغمان	29				38	31	7			
22-	کابل	37				50	34	11			
23-	پروان	10				18	11	7			
24-	قندوز	62				124	66	19			
25-	بغلان	19				36	21	7			
26-	تخار	14				41	29	5			
27-	سمنگان	4				7	8	1			
28-	بدخشان	14				27	55	1	3		
29-	جوزجان	10				6	10	2			
30-	بلخ	71	1			112	94	13	4	5	1
31-	بامیان										
32-	سرپل	13				12	24	4			
33-	دای کنڈی	7				16	24				
34-	پنج شیر										
مجموعہ		1513	2			2267	1643	391	66	90	2

فرمان امیر المؤمنین

شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ

مجاہدین بھائیو!

چونکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور آپ کی بے دریغ قربانیوں کی بدولت اسلامی نظام کے قیام کی دہلیز پر ہے (ان شاء اللہ العزیز، وماذالک علی اللہ بعزیز)، تو اپنی صفیں اور بھی مضبوط اور منظم کریں۔ باہمی اتحاد اور بھی مضبوط کریں۔ کیوں کہ یہ سب کچھ اتحاد واتفاق کا نتیجہ ہے۔ اطاعت اور تقویٰ پر مزید توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور ہر طرح کی ان حرکتوں اور باتوں سے احتراز کریں جن سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ کامیابی کو ناکامی میں بدل دیتی ہے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine